متلاشیان راہِ حق کے لئے بیش قیمت تحفہ

لطائفِ دیوبند

عطائے غوث العالم، شہزادۂ حضور محدث اعظم، برادر حضور شیخ الاسلام

امیرِ کشورِ خطابت غازیِ ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی جیلانی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد
(مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد-اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مجدِدِ دوراں، غوثِ زماں، مفتی سوادِ اعظم، امام المتکلمین، تاجدارِ اہلسنت
حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب : لطائفِ دیوبند
نام مصنف : امیر کشورِ خطابت غازیِ ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی جیلانی
تصحیح ونظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معزالدین اشرفی/ مولانا محمد مجتبیٰ انصاری اشرفی
باہتمام : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی
ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد اشاعتِ اول اشاعتِ دوم اشاعتِ سوم
قیمت: 30 روپے ١٩٦٨ ١٩٨٠ ٢٠٠٨

مَلکُ التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ بے شک منافق لوگ سب سے نیچے طبقہ میں ہیں جہنم کے

قَصَصُ الْمُنَافِقِیْن (من اٰیاتِ القرآن)

کائنات کے تمام فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ اور تمام آفات میں سب سے بڑی و بُری آفت نفاق ہے نفاق سب سے مہلک، خطرناک، موذی اور متعدی مرض ہے جو کسی بھی وقت لاحق ہوسکتا ہے۔ نفاق انسان کے ذہن و فکر پر اثر انداز ہوتا ہے اور اُس کی زندگی کا دَھارا ہی بدل دیتا ہے۔ جو افراد اس مرض کا شکار ہیں بڑے خطرناک فتنہ انگیز، فتنہ گر، فتنہ پرور اور فتنہ پرواز ہوتے ہیں۔ ایسے افراد لوگوں کی زندگی متزلزل اور خاندان کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتے ہیں، جماعتوں میں گھس کر گروہ بندیاں پیدا کرتے ہیں، ملی اتحاد کے بدترین دشمن ہوتے ہیں۔ نفاق کا حال طاعون کا سا ہے اور منافق وہ چوہا ہے جو اس وباء کے جراثیم لئے پھرتا ہے۔ اس کتاب میں آیات قرآنی کی روشنی میں منافقین کے قصص علامات نفاق، منافقانہ اعمال وافعال، منافقت اور تقیہ، مصالحت اور صلح کلیت کی پالیسی، خارجیت اور منافقت، فتنہ نفاق کا تاریخی جائزہ...... دورِ حاضر کے منافقین کا حقیقی چہرہ بے نقاب کر دیا گیا ہے۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
مولانا مودودی کا اعتراف	۷	حضور نے اُردو کہاں سے سیکھی؟	۴۳
مہتمم دارالعلوم عیسائیت وقادیانیت کی رو میں	۱۳	کہئے تو کہہ دوں؟	۴۴
بانی دارالعلوم دیوبند پر مفتی دیوبند کا شدید حملہ	۱۹	شورش پھیلانے والی کتاب	۴۵
حفظ الایمان پر علمائے دیوبند کی لے دے	۲۲	انسانیت سے بالاتر مرتبہ	۴۶
اسماعیل دہلوی بددین ملحد ہیں	۲۵	کیا حسین احمد ٹانڈوی نور تھے؟	۴۷
اشرف علی رسول اللہ کا دیوبندی کلمہ	۲۶	ایسے ہی پڑے رہو	۴۷
حد درجہ غلو اور مبالغہ	۲۷	علمائے اہلسنت کے نام من گھڑت کتابیں	۴۹
حکیم الامت اور فضائل کی روایات	۲۸	حق و باطل کا معیار صرف برطانیہ ہے	۵۳
مردے کا قبر سے مٹھائیاں لانا	۲۹	خدا کی باز پرس کا خوف نہیں۔	۵۴
شرک فی الرسالہ کی ایک مثال	۲۹	مسند مقدس سے غلط رہنمائی	۵۵
بڑھاپے میں عقد ثانی مع جذبہ نفسانی	۳۰	ظلم وطغیان کی ڈھال	۵۶
دوسری بیوی کا خیال بھی خلافِ عدل ہے	۳۲	کیا مولانا ٹانڈوی سراسر نور ہیں؟	۵۶
حال اُن کی تشدد پسندی کا۔	۳۵	گاندھی جی کے جنبش لب پر فتویٰ دینا	۵۷
مولانا تھانوی کے لوازم بشریت	۳۵	مولانا ٹانڈوی امام الانبیاء (معاذ اللہ)	۵۸
پیر دھوکر پینا نجات کا سبب ہے	۳۶	وکالت پر شرک کا فتویٰ	۶۰
نماز میں تھانوی صاحب کا خیال	۳۷	کچھ بند بند، ڈھکی ڈھکی، چھپی چھپی باتیں	۶۷
کوئی کمسن عورت ہاتھ آئے گی	۳۸	ٹانڈوی بشکلِ خدا گلی کوچوں میں	۶۸
انما انا قاسم کون؟	۴۰	مولانا ٹانڈوی اور امام مالک کا مقابلہ؟	۷۱
بانی دارالعلوم دلہن کی صورت میں	۴۱	ناکارہ، ننگ اسلاف	۷۲
میاں کیا کر رہے ہو؟	۴۲	پیر و مرشد میں شرک و بدعت کی جنگ	۷۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ   صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا   اَیَّدَہٗ بِاَیْدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحْمَدًا
اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا   اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی
اَرْسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَہٗ مُمَجَّدًا   صَلُّوْا عَلَیْہِ دَآئِمًا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَرْمَدًا
اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا   اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ   نام ہو اولیاء کے ساتھ، حشر ہو انبیاء کے ساتھ
شغل وہ ہو کہ شغل میں کردے ہمیں خدا کے ساتھ   پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے   نور کی آنکھوں کے تارے
اب کسے سیّد پُکارے   تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک   یا رسول سلام علیک

صداقت کے جوہر، عدالت کے افسر
حیا کے وہ پیکر، شجاع و دلاور
ابوبکر و فاروق عثمان و حیدر
تمہارے پریمی، ہمارے گرامی

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

انتساب

میں ’**التبصره على الهداية**‘ کی تالیف میں مصروف تھا‘ دفعتاً ایک شخص میرے کمرے میں آیا۔

اور کہنے لگا:

میں اس راز کو نہ سمجھ سکا کہ سُنّیوں کے دو گروہ آپس میں کیوں لڑتے ہیں؟

کیا تفریق‘ اتحاد سے بہتر ہے؟

اچانک اس سوال کا کوئی جواب دیئے بغیر میں نے اسے ’لطائف دیوبند‘ کی غیر مطبوعہ کاپی دے دی اور کہا ’اگر آپ کو دینی اطمینان وَ سکون حاصل کرنا ہے تو اسے بغور پڑھیں‘۔

ایک دن میری عدم موجودگی میں میرے ایک ساتھی کو ’لطائفِ دیوبند‘ کی کاپی واپس کرتے ہوئے یہ کہا:

’لطائفِ دیوبند‘ کو پڑھنے سے آنکھیں کھل گئیں اور میں دین ویقین کو پا گیا۔

اور پھر چلا گیا۔

اگر مجھے اُس شخص کا نام معلوم ہوتا تو نام لکھ کر اُس کی طرف منسوب کرتا۔

سید محمد ہاشمی اشرفی

وجہ تالیف

یہ بات درجۂ مشاہدہ کو پہونچ کر ایک ناقابل تردید حقیقت بن چکی ہے کہ اکثر علمائے کرام کی جنگ نہ تو جارحانہ ہے اور نہ ہی مدافعانہ بلکہ مکالمانہ۔ اور اب یہی مکالمانہ روش ترقی کر کے 'مناظرانہ' شکل اختیار کرتی جارہی ہے۔ غالبًا یہی وجہ ہے کہ اکثر حضرات علمائے دیوبند کے بارے میں مختلف الخیال ہیں۔ اس لیے میں نے سخت ضرورت محسوس کی کہ علمائے دیوبند کے صحیح موقف کی وضاحت کی جائے تاکہ اُن کے افکار و نظریات کی تصویر سامنے آجائے اور اختلافات کا بڑھتا ہوا سیلاب تھم جائے۔

ضمن میں بعض ایسی بھی شخصیتیں زیرِ بحث آگئی ہیں جن کا علمائے دیوبند سے یا تو بالکل تعلق نہیں ہے یا کچھ تعلق ہے۔

عالم الغیب والشہادۃ خوب جانتا ہے کہ میری اس تالیف کا مقصد صرف یہ ہے کہ دو بچھڑے ہوئے بھائی گلے مل جائیں۔ باب الاختلافات ہمیشہ کے لیے بند کر دیا جائے اور ایک ایسا ماحول بن جائے جہاں سبھی لوگ ہم خیال و ہم عقیدہ ہوں۔

رب الارباب کی بارگاہِ بے کس پناہ میں میری یہ دُعا ہے کہ اسے قبول فرمائے اور متلاشیانِ حق کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

سید محمد ہاشمی

کچھ سمجھ کر ہوا ہوں موجِ دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت ساحل میں ہے

لطیفہ نمبر ۱

میں پہلے ملحد، بد باطن، منکر خدا اور اسلام دشمن تھا

مولانا مودودی کا اعتراف

ماہنامہ ُانوار اسلام‘ فروری ۶۳ ء رام نگر وارانسی، جس کے ایڈیٹر جماعت اسلامی کے رکن جناب مولوی ابومحمد امام الدین رام نگری ہیں۔ وہ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ کے مدیر جناب الطاف حسین قریشی کا قلمبند کیا ہوا بعنوان ُملاقات نامہ‘ سے نقل کرتے ہوئے صفحہ ۱۷ کالم ۲ پر فرماتے ہیں:

> ُمیں نے (مولانا مودودی نے) قرآن وحدیث کا براہ راست مطالعہ شروع کیا۔ حقائق ومعارف کھلتے گئے۔ بے یقینی کا غبار دھلتا چلا گیا۔ میں نے دوسرے اَدیان کی کتابوں کا بھی مطالعہ کر رکھا تھا‘ اَدیان کے تقابلی مطالعہ نے مجھے اک گونہ اطمینان عطا کیا۔ دراصل اب میں نے اسلام سوچ سمجھ کر قبول کیا تھا‘ مجھے اس کی حقانیت پر کامل یقین تھا‘ (ماہنامہ انوار اسلام’’ رام نگر بنارس فروری ۶۳)

اگر یہ صحیح ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مودودی صاحب نے شرعی اصول وضوابط کے طوق کو گلے سے اُتار کر آزادانہ اور عامیانہ روش کیوں اپنائی؟ جس کا اعتراف خود مودودی صاحب کو ہے۔

> ُمیں نہ مسلکِ اہلِ حدیث کو اُس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ ہی حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں‘۔ (رسائل ومسائل جلد ا، ص ۱۸۵)

پھر اسی عامیانہ روش پر چلتے ہوئے قوانین قرآن اور الٰہی نظام کا یوں مذاق اڑاتے ہیں۔

> 'جہاں معیارِ اخلاق بھی اتنا پست ہو کہ نا جائز تعلقات کو کچھ معیوب نہ سمجھا جاتا ہو۔ ایسی جگہ زنا وقذف کی شرعی حد جاری کرنا بلاشبہ ظلم ہے'۔
>
> (تفہیمات جلد دوم ص ۲۸۱)

یہیں تک نہیں بلکہ رسول مقبول کی عظمتوں اور رفعتوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

> 'نبی ﷺ کو عرب میں جو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اُس کی وجہ یہی تو تھی کہ آپ کو عرب میں بہترین انسانی مواد مل گیا تھا' اگر خدانخواستہ آپ کو بودے، کم ہمت، ضعیف الارادہ اور ناقابل اعتماد لوگوں کی بھیڑ مل جاتی تو کیا پھر بھی وہ نتائج نکل سکتے تھے'۔ (تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں ص ۱۷)

کہنا یہ چاہتے ہیں کہ حضور سید المرسلین ﷺ کو عرب میں جو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی غیبی تائیدوں، حضور اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ صلاحیتوں' کائنات گیر عظمتوں اور کلمۂ حق کی روشن صداقتوں کو قطعا کوئی دخل نہ تھا۔

حُسن اتفاق سے سید دوعالم حضور نبی کریم ﷺ کو اچھی استعداد کے لوگ مل گئے تھے' اس لیے حضور ﷺ کامیاب ہوگئے۔ اگر خدانخواستہ اس طرح کے لوگ نہ ملے ہوتے تو معاذ اللہ حضور ﷺ کی ناکامی رکھی ہوئی تھی اور اس الٰہی نظام کے نفاذ میں خدا اور رسول کو معاذ اللہ شکست فاش ہوئی ہوتی۔

الحاصل ساری خوبی مومن بننے والوں کی تھی۔ مومن بنانے والے کے اندر کوئی کمال نہ تھا۔

اب تصویر کا دوسرا رُخ ملاحظہ فرمائیں۔ جماعت اسلامی کے ایک اجتماع عام میں امیر جماعت مولانا مودودی کی تقریر کو سن کر بعض افراد وَ ارکان سرگرداں و پریشاں ہوئے جس کا اظہار بصورت مراسلہ یوں کیا جاتا ہے۔

> ’اختتامی تقریر کے بعض فقرے میرے بعض ہمدرد رفقاء کے لئے باعث تکدر ہی ثابت ہوئے اور دوسرے مقامات کے مخلص ارکان و ہمدردوں میں بھی بددلی پھیل گئی‘۔ (رسائل ومسائل جدا ص ۲۳۱)

مولانا مودودی صاحب کی نازک خیالی اور ذہنی بالاتری کو ٹھیس نہ پہنچنے پائے اس لئے شکایت کو نرم سے نرم تر لہجے میں ادا کرنے کے لئے یہاں تک لکھا جاتا ہے۔

> ’تقریر کی صحت میں کلام نہیں۔ صرف انداز تعبیر اور طرز بیان سے اختلاف ہے‘۔ (رسائل ومسائل جدا ص ۲۳۱)

ایک رکنِ جماعت کتنے نیازمندانہ لب ولہجہ میں امیرِ جماعت کے حضور اپنے مافی الضمیر کو پیش کر رہا ہے پھر بھی امیرِ جماعت کی نخوت فکر برداشت نہ کر سکی کہ میری ذات کو انانیت کی دلفریب وادیوں سے ہٹا کر تنقید کی سان پر رکھا جائے۔ وہ جو کل ’قرآن کے بعض قوانین کو ظلم سے تعبیر کر کے مسرور ہو رہا تھا۔ اور تنقید کے پس پردہ انبیاء اور اولیاء کی عظمتوں سے تمسخر کرنے میں بھی نہیں چوکتا تھا۔ آج خود کو جب تنقید کی کسوٹی پر محسوس کرتا ہے تو مشتعل ہو کر ولدادگانِ جماعت پر یوں برہم ہوتا ہے کہ قلم کی شرافت وسنجیدگی برقرار نہ رہ سکی۔

> ’جنہیں میری تقریر پر اعتراض کرنے اور بد دِلی اور رنجش کا اظہار کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا‘ وہ آخر کس قدر وعزت کے مستحق ہیں کہ اُنکے جذبات وخیالات کا لحاظ کیا جائے۔ ایسے لوگ دَراصل بندۂ حق نہیں بلکہ ’بندہ نفس‘ ہیں۔ (رسائل ومسائل جلدا ص۲۳۴)

مزید فرماتے ہیں:

> ’دراصل جو باتیں میری اس تقریر کو سننے کے بعد اس گروہ کے لوگوں نے کی ہیں۔ ان سے تو مجھے یقین حاصل ہوگیا ہے کہ یہ لوگ فی الواقع دین کے کسی کام کے نہیں۔ ان کا ہمارے قریب آنا، ان کے دور رہنے بلکہ مخالفت کرنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔‘ (ایضا)

گویا وہ شخص جو تلخ آمیز حقیقتوں کو بصد عجز و نیاز مولانا مودودی کی بارگاہِ عالی میں پیش کرنے کی جسارت کرے۔ مولانا موصوف کے نزدیک ’بندہ حق نہیں‘ بلکہ ’بندہ نفس‘ ہے۔ ’دین کے کسی کام کا نہیں‘۔ اُس کا جماعت میں رہنا‘ مخالفت کرنے سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیوں؟۔

اس کا جواب یہی تو ہے کہ وہ شخص قرآن و رسول پر تنقید کرنے کے بجائے ایسی ذات پر تنقید کرنے لگا جو بزعم خود ’تنقید سے بالاتر‘ ہے۔

تنقید کے ریت سے تعمیر کئے ہوئے محل کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مودودی تحریرات اور اُن کے تیار کردہ لٹریچر کے نتائج آیا اسلامی برآمد ہوتے ہیں یا غیر اسلامی؟

جماعت اسلامی کا مستند ترین ماہنامہ ’زندگی‘ ملاحظہ فرمائیں:

> ’لٹریچر دیکھنے سے مجھ میں یہ انقلاب رونما ہوا ہے کہ اب میں صحابہ کے بعد سے آج تک سوائے مودودی صاحب کے کسی شخص کو کامل الایمان نہیں سمجھتا‘۔ (زندگی اکتوبر ۱۹۴۹ء)

گویا مجتہدین اربعہ امام ابو حنیفہ‘ امام شافعی‘ امام مالک‘ امام حنبل ہوں۔ یا حضرت عمر بن عبدالعزیز، سیدنا غوث الاعظم، مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محقق دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث اور

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہوں، سب کے سب ناقص الایمان ہیں۔ اگر صحابہ کے بعد کوئی کامل الایمان ہے تو صرف مودودی صاحب۔ بہرحال میں موصوف کا شکریہ ضرور ادا کروں گا کیونکہ وہ صحابہ کرام پر ترس کھا گئے۔ ورنہ میں ڈرنے لگا کہ فرطِ محبت وعقیدت میں وہ مودودی صاحب کو افضل البشر بعد الانبیاء نہ کہہ بیٹھیں۔ آگے چل کر مزید بے نقاب ہوتے ہیں:

> ’میں خواجہ معین الدین چشتی کے مسلک کو غلط تصور کرتا ہوں بڑے بڑے مشاہیر اُمت کا کامل الایمان ہونا میری نظر میں مشتبہ ہوگیا ہے‘۔ (زندگی، اکتوبر ۱۹۴۹ء)

بڑے بڑے مشاہیر اُمت سے بدگمان ہونا، اُن کو ناقص الایمان قرار دے کر مودودی صاحب کو نہ صرف ’کامل الایمان بعد الصحابہ‘ باور کرانا بلکہ مولانا عامر عثمانی کی بولی میں یہاں تک غلو کر جانا کہ:

> ’وہ شخص مولانا مودودی پر کیا چوٹ کرے گا جس نے مولانا موصوف کی خدا دَاد عظمت وَعبقریت کے آستانے پر دن کی روشنی میں سجودِ نیاز لٹائے ہوں‘۔
>
> (ماہنامہ ’’تجلی‘‘ فروری ۱۹۶۳ء ص ۵۴)

عقیدت کا یہ خمار ’ایمان شکن‘ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟ یہی مولانا عامر ہیں جنہیں ایمان کے سائے میں شرک کے صنم خانے نظر آتے ہیں اور جن کے عقیدے میں اللہ والوں کی چوکھٹ پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہی سو برس کا ایمان غارت ہو جاتا ہے۔

لیکن قیامت ہے کہ وہی مولانا مودودی کے آستانۂ عظمت پر دن کی روشنی میں سجودِ نیاز لٹا رہے ہیں اور اُن کے عقیدۂ توحید کو ذرا سی ٹھیس بھی نہیں لگتی۔

صفحۂ ہستی پر شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہو‘ جو یہ نہ جانتا ہو کہ رسولِ خدا ﷺ پر ایمان لائے اور اُن کی رسالت وصداقت کی تصدیق کیئے بغیر بڑے سے بڑے عمل کا کوئی نفع آخرت میں

مرتب نہیں ہوسکتا۔ لیکن مودودی صاحب 'منفعتِ اُخروی کے لیے رسول عربی ﷺ کی تصدیق کو قطعاً ضروری نہیں سمجھتے۔ فرماتے ہیں:

> 'جو لوگ جہالت و نابینائی کے باعث رسولِ عربی کی صداقت کے قائل نہیں ہیں مگر انبیائے سابقین پر ایمان رکھتے ہیں اور صلاح وتقوی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کو اللہ کی رحمت کا اتنا حصہ ملے گا کہ اُن کی سزا میں تخفیف ہو جائے گی'۔ (تفہیمات جلد ا ص ۱۶۸)

میں چیلنج کرتا ہوں کہ قرآن وحدیث میں کہیں بھی اس عقیدے کی سند موجود ہو تو پیش کیجئے کہ جو اہلِ کتاب جہالت و نابینائی کے باعث رسول عربی ﷺ پر ایمان نہ لائیں اور اُن کا خاتمہ ہو جائے تو وہ مرنے کے بعد کسی درجے میں بھی رحمت الٰہی کے سازگار ہوں گے اور انہیں اپنے عمل کا نفع آخرت میں ملے گا۔

کیا اس مقام پر مودودی صاحب کتاب وَسنت کو نظر انداز کر کے خالص اپنی ذہنی دلچسپیوں سے کام نہیں لے رہے ہیں؟ کیا مودودی صاحب اپنے قیاسات وَظنیات سے اس عقیدے کی تشکیل نہیں کر رہے ہیں؟

ان حقائق کی روشنی میں ماہنامہ 'انوار الاسلام' میں مندرج مودودی صاحب کے ذیل کے فقرے، کیا لغوٗ خلافِ واقعہ اور مہمل قرار نہ پائیں گے۔

> 'میں نے قرآن وحدیث کا براہ راست مطالعہ شروع کیا' حقائق ومعارف کھلتے گئے' بے یقینی کا غبار دُھلتا چلا گیا۔ تا آخر (ماہنامہ انوار اسلام فروری ۶۳ء ص ۱۷)

بلکہ بات وہی صحیح ہے جس کا اعتراف خود مودودی صاحب نے کیا ہے جو مذکورہ بالا ماہنامہ میں متذکرہ بالا جملوں سے پہلے درج ہے۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں۔

> ’جب میں کالج کی تعلیم سے فارغ ہوا تو اس وقت میری عمر سولہ سترہ سال کی تھی۔ اس کے بعد میں نے آوارہ خوانی شروع کی‘ جو کچھ ملا اُسے پڑھ ڈالا۔ ہر موضوع اور ہر عنوان پر ہر قسم کی کتابیں پڑھیں۔ اس آوارہ خوانی کا نہایت ہی خطرناک نتیجہ برآمد ہوا۔ خدا اور آخرت پر سے یقین اٹھتا چلا گیا۔ تشکک وارتیاب سے ایمان ویقین کی بنیادیں منہدم ہوگئیں خدا کا وجود سمجھ میں نہ آتا تھا۔ تمام دینی عقائد لغو اور غیر منطقی نظر آتے تھے۔ (انوار اسلام، نگراں رکن جماعت ابومحمد امام الدین رام نگری فروری ۶۳ء ص ۱۷)

ایسی حالت میں اگر مودودی صاحب قرآنی قوانین کو ’بلا شبہ ظلم‘ اور اللہ تعالیٰ کی غیبی تائیدوں، رسول اللہ ﷺ کی پیغمبرانہ صلاحیتوں کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مرہونِ منّت کہہ بیٹھیں یا اپنے اُوپر جائز تنقید ہوتے ہوئے دیکھ کر مشتعل ہو جائیں اور لوگوں کو شریعت سے آزادی اور بے قیدی کا کبھی کبھار دَرس دیں تو دراصل یہ اسی ’آوارہ خوانی‘ کا نتیجہ ہے جس نے انہیں ملحد، بد باطن منکرِ خدا اور اسلام دشمن بنایا۔

لطیفہ نمبر ۲

مہتمم دَیوبند کے خلاف مفتیٔ دیوبند کا فتویٰ

ملحد، بے دین، عیسائیت وقادیانیت کی رُوح

قاری طیب جب تک توبہ نہ کریں اُن کا بائیکاٹ کیا جائے۔
ہمارے علماء کے مشاغلِ دینیہ کی عبرت انگیز مثالیں !
۲ر جنوری ہفت روزہ ’دورِ جدید‘ دہلی کی موٹی موٹی سرخیاں !

اسی فتوے کے بارے میں جناب ابومحمد امام الدین رام نگری اپنے ماہنامہ انوارِ اسلام صفحہ (۷) پر تحریر فرماتے ہیں:

> ’یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ سرخیاں کتنی ہولناک اور پریشان کن ہیں ’دور جدید‘ کی اسی اشاعت میں دوسری جگہ استفتاء اور صدر مفتی دارالعلوم دیوبند مولانا سید مہدی حسن صاحب کا فتویٰ بھی نظر سے گذرا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا قاری طیب صاحب کی کوئی نئی کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے ’اسلام اور مغربی تہذیب‘ اس کتاب کے بعض اقتباسات سے کسی نے استفتاء مرتب کر کے مولانا مفتی مہدی حسن صاحب کے پاس بھیجدیا۔ اور کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ مفتی صاحب نے شریعت کا حکم بیان کر دیا۔ بعد ازاں مستفتی نے استفتاء اور فتویٰ اس وضاحت کے ساتھ کہ اقتباسات حضرت مہتمم صاحب کی کتاب کے ہیں۔ اخبار ’دعوت‘ میں شائع کیا۔
>
> (انوار اسلام فروری ۶۳ء ص ۷ کالم ۲)

اب اخبار ’’دعوت‘ ملاحظہ فرمائیں :

> ’کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین ذیل میں کہ اگر کوئی عالم دین **فَاَرۡسَلۡنَا اِلَیۡهَا رُوۡحَنَا فَتَمَثَّلُ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا** کی تشریح اور اس سے درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے۔
>
> اقتباس (ا)۔ یہ دعویٰ تخیل یا وِجدانِ محض کی حد سے گزر کر ایک شرعی دعویٰ کی حیثیت میں آ جاتا ہے کہ مریم حذرا کے سامنے جس شبیہ مبارک اور ’بشر سوی‘ نے نمایاں ہو کر پھونک ماردی وہ شبیہ محمدی تھی۔

اس ثابت شدہ دعوے سے مبیّن طریق پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس شبیہ مبارک کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں جب کہ اس کے تصرف سے حاملہ ہوئیں۔

اقتباس (۲)۔ پس حضرت مسیح کے ابنیت کے دعویدار ایک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہ مان کر نہیں بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ ابنیت تمثالی ہی ہو۔

اقتباس (۳)۔ حضور تو بنی اسمٰعیل میں پیدا ہو کر کُل انبیاء کے خاتم قرار پائے اور عیسی علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر اسرائیلی انبیاء کے خاتم کئے گئے جس سے ختمِ نبوت کے منصب میں ایک گونہ مشابہت پیدا ہو گئی۔

الولد سلا لابيه (بیٹا باپ کا پرتو ہوتا ہے)

اقتباس (۴)۔ بہر حال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور سے کامل مناسبت دی گئی تھی تو اخلاقِ خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت و مناسبت دی گئی، جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسوی کو بارگاہِ محمدی سے **خَلْقًا وخُلُقًا وَرُتْبًا وَمَقَامًا** ایسی ہی مناسبت ہے جیسے کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ بیٹوں میں ہونی چاہیے۔

براہ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اس کی صحت اور عدم صحت کو ظاہر کر کے بتائیں کہ ایسا شرعی دعوی کرنے والا اہلسنت والجماعت کے نزدیک کیسا ہے؟ (المستفتی)

الجواب : - جو اقتباسات سوال میں نقل کئے ہیں اسکا قائل قرآنِ عزیز کی آیات میں تحریف کر رہا ہے بلکہ در پردہ قرآنی آیات کی تکذیب اور ان کا انکار کر رہا ہے۔ جملہ مفسرین نے تفاسیر میں تصریح کی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے۔ وہ شبیہ محمدی نہ تھی، آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام نے کبھی یہ نہ سمجھا کہ **ان مثل عیسی عند الله کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون کلمة القاها الی مریم وروح منه فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشرا سویا (الی قوله تعالی) فقال انما انا رسول ربك لاهب لك غلاما زکیا۔ قال ربك هو علی هین ولنجعله آیة للناس الی اخر الایات۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین** کے قائل تھے اور اس پر اجماعِ اُمت ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو حضرت مریم کو خوشخبری سنانے آیا تھا' شخصِ مذکور ملحد و بے دین ہے۔ عیسائیت و قادیانیت کی رُوح اُس کے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہے اور اس ضمن میں عیسائیت کے عقیدے عیسیٰ ابن اللہ کو صحیح ثابت کرنا چاہتا ہے۔ جس کی تردید علی روس الاشہاد قرآن نے کی ہے نیز **لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی بن مریم** (الحدیث) بانگ دَہل شخصِ مذکور کی تردید کرتی ہے۔ الحاصل یہ اقتباسات قرآن وحدیث و جملہ مفسرین اور اجماعِ اُمت کے خلاف ہیں۔ مسلمانوں کو ہرگز اس طرف کان نہ لگانا چاہیے۔ بلکہ ایسے عقیدے والے کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ جب تک توبہ نہ کرے۔ واللہ اعلم (سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند)

اب سنیے کہ عبارت کس کتاب کی ہے اور کس عالم کے قلم سے یہ باتیں نکلی ہیں؟ اسلام اور مغربی تہذیب کے عنوان سے قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی ایک نئی کتاب چھپی ہے۔ اسی سے یہ اقتباسات لئے گئے ہیں اور ان ہی اقتباسات پر دارالعلوم کے مفتی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ ایسے عقیدے والے کا بائیکاٹ کیا جانا چاہئے جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ (’دعوت‘ سہ روزہ ایڈیشن ۲۲/ ڈسمبر ۱۹۹۲ء صفحہ اول بعنوان ’خبر ونظر‘)

نبی کریم کے خلاف صف آرا ہونے والوں کا سفینۂ حیات جب طوفانِ خود فریبی میں ہچکولے کھانے لگا تو اس ہولناک صورت حال سے پریشان ہو کر حلقہ بگوشان دیوبند یہاں تک کہنے پر مجبور ہوئے۔

> ’استفتاء اور فتوے کی اشاعت اور اس بات کے معلوم ہو جانے کے بعد کہ فتوی مولانا محمد طیب کی کتاب کے متعلق ہے ہم نہیں جانتے کہ حضرت مولانا اور مفتی صاحب اور دارالعلوم پر اس کا ردِ عمل کیا ہوا؟ لیکن مولانا کے افکار ونظریات کو دیکھ کر ہمیں بڑی وحشت ہوئی۔ معلوم نہیں اُنکو کیا ہو گیا ہے۔ اور اسلام وَ مغربی تہذیب میں مفاہمت کا یہ کون سا طریقہ ہے جو انہوں نے اختیار کیا ہے؟ ہمیں حیرت ہے کہ مولانا محمد طیب صاحب کے دماغ میں ایسی باتیں کیسے پیدا ہوئیں‘ کیسے قلم سے نکلیں اور کیسے ان کی اشاعت ہو گئی؟ ناشر بھی تو عالم ہیں ’مہتمم دارالعلوم کے خلاف مفتی دارالعلوم کا فتویٰ‘ یہ کتنی قابلِ افسوس اور عبرتناک صورت حال ہے‘۔ (انوار اسلام فروری ۶۳ء ص ۸)

بہر حال مفتی دارالعلوم کے فتوے کی روشنی میں مہتمم دارالعلوم مولانا محمد طیب کی شرعی پوزیشن یہ متعین ہوتی ہے:۔

(۱) قرآنِ عزیز کی آیات میں تحریف کرنے کے سبب محرف قرآن ہیں۔

(۲) بلکہ دَر پردہ قرآنی آیات کی تکذیب وتردید کے سبب منکر کتاب اللہ اور مکذب آیات قرآن ہوئے۔

(۳) قاری صاحب موصوف ملحد و بے دین ہیں۔

(۴) عیسائیت اور قادیانیت کی رُوح اُن کے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہے۔

(۵) وہ عیسائیت کے عقیدے 'عیسی ابن اللہ' کو صحیح ثابت کرنا چاہتے ہیں مہتمم صاحب موصوف کے یہ اقتباسات قرآن وحدیث اور جملہ مفسرین اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔

(۶) اُن کو بائیکاٹ کرنا چاہیے جب تک توبہ نہ کریں۔

مہتمم صاحب موصوف کی اس بے دینی اور الحاد پسندی پر پردہ ڈالنے کے لیے موصوف کے محبّ صادق ابومحمد امام الدین رام نگری یہ مشورہ دے رہے ہیں:

> 'دعوت' میں فتوے کی اشاعت کے تقریبا ایک ماہ کے بعد یہ شذرہ لکھا جا رہا ہے، ابھی تک جناب مولانا محمد طیب صاحب یا جناب مفتی صاحب کا بیان بھی شائع نہیں ہوا۔ ضرورت ہے کہ کتاب کی اشاعت رُوک دی جائے۔
>
> (انوار اسلام فروری ۶۳ء ص ۸)

غور فرمائیے! قاری صاحب پر الحاد و بے دینی کا فتوی لگے۔ آج ساتواں سال ہے یعنی ۱۹۶۲ء میں قاری صاحب ملحد و بے دین قرار دیئے گئے اور آج ۱۹۶۸ء ہے۔ پھر بھی نہ قاری صاحب کو علمائے دیوبند نے بائیکاٹ کیا۔ اور نہ ہی اساتذۂ دارالعلوم اُن سے قاطع تعلق ہوئے۔ درانحالے کہ ابھی تک قاری طیب صاحب نے اعلانِ توبہ نہ کرکے اسی ملحدانہ اور بے دینی کی روش کو اپنا رکھا ہے اس کا کھلا اور واضح مطلب صرف یہ ہے کہ ایسا شخص جو صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کے فتوے کی روشنی میں 'ملحد اور بے دین' ہو۔ محرف قرآن ومکذب

آیات ربّانیہ ہو۔ نیز عیسائیت، قادیانیت کی رُوح ہو۔ وہ دارالعلوم دیوبند کے انتظام واہتمام کی مسندِ عالی پر فائز ہوسکتا ہے اور اس منصب کا مستحق اُسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں خود دارالعلوم دیوبند کو، کیا اسلامی اور رُوحانی ادارہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ جہاں کا مہتمم ومنتظم خود وہیں کے صدر مفتی کی نظر میں 'ملحد وَ بے دین' ہو۔ فیصلہ بذمۂ ناظرین ہے

لطیفہ نمبر ۳

'سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک میلادخواں نے مندرجہ ذیل شعر محفل مولود میں نبی اکرم ﷺ کی نعت میں پڑھا شعر

جو چُھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اسکی نعش
تو پھر تو خُلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

الجواب :

(۱) یہ شعر پڑھنا حرام اور کفر ہے، اگر یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس کا اعتقاد اور پڑھنا کفر ہے تب تو اس کا ایمان باقی نہ رہا اور اگر یہ علم نہ ہو تو اس کا پڑھنا اور اعتقاد کفر ہے یہ شخص فاسق اور سخت گنہگار رہے اُس کو تا بہ مقدور اس حرکت سے روکنا شرعاً لازم ہے۔ (احمد حسن ۱۵؍شوال ۱۳۶۹ھ سنبھل)

(۲) اس شعر کا مفہوم کفر ہے۔ لکھنے والا اور عقیدے سے پڑھنے والا خارج از ایمان ہے ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ (ظہورالدین سنبھل)

(۳) کسی بے ہودہ اور جاہل آدمی کا شعر ہے۔ بیوقوف اور بیہودہ لوگ ہی ایسے مضمون سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اگر یہ اُس کا عقیدہ ہے تو کفر ہے۔ دیندار آدمی کو اُس کے سننے سے بھی احتیاط کرنا چاہیئے۔ (سعید احمد سنبھلی)

(۴) اس شعر کا نعت میں پڑھنا اور سُننا دونوں کفر ہے۔ (وارث علی عفی عنہ سنبھل)

(۵) تینوں حضرات دام ظلہم العالی کے جوابات کی میں بالکل موافقت کرتا ہوں۔ (محمد ابراہیم عفی عنہ مدرسۃ الشرع سنبھل)

(۶) شعر مذکور اگرچہ لغت میں ہے لیکن حدِّ شرع سے باہر ہے ایسا شعر نہ کہنے والے کو کہنا اور نہ پڑھنے والوں کو پڑھنا جائز ہے' یہ غلو اور قبیح ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی نمبر (۲) الف نمبر فتوے۔

مذکور شعر اگرچہ آنخضرت ﷺ کی تعریف میں شاعر نے کہا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ شاعر شرعی اصول سے واقف نہیں ہے شعر میں حد درجہ کا غلو ہے۔ جو اسلامی اصول کے کسی طرح مناسب نہیں ہے شاعر کا فر اس وجہ سے نہیں ہوسکتا کہ شعر کا پہلا مصرعہ شرط ہے (جو) معنی میں 'اگر' کے ہے اور محال چیز کو فرض کر رکھا ہے۔ شرط کا وجود محال ہے۔ اسلئے دوسرا مصرعہ جو بطورِ جزا کے ہے۔ اس کا مترتب ہونا بھی محال ہے۔ مگر شعر نعتِ رسول سے بہت گرا ہوا اور رکیک ہے۔ ایسے غلو سے شاعر کو بچنا فرض اور ضروری ہے۔ ایسے اشعار سے آپ کی تعظیم نہیں ہوتی ہے بلکہ توہین کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قرآن کے حکم کے مطابق ابلیس جنت میں نہیں جائے گا۔ مگر اس شعر کے قائل کو کافر نہیں کہہ سکتے کہ اس میں محال کو فرض کر رکھا ہے۔ جب تک صحیح توجیہ اس کے کلام کی ہوسکتی ہے۔ اس وقت تک اسکے قائل کو کافر کہنا جائز نہیں ایسے اشعار مولود میں پڑھنا نہیں چاہئیے۔ واللہ اعلم۔

(کتبہ: سید مہدی حسن صدر مفتی دار العلوم دیوبند ۱۳،۰۷ھ جمعہ)

یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ جس شعر پر مذکورہ مفتیان دیوبند نے کفر وضلالت کے فتوے صادر فرمائے ہیں۔ وہ شعر بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی کا ہے۔ گویا مذکورہ مفتیوں نے اپنے ’قاسم العلوم والخیرات‘ کو ہی کافر وفاسق قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو شعر مع حوالہ۔

جو چُھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اسکی نعش
تو پھر تو خُلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

(ماخوذ از قصائد قاسمی مصنفہ مولانا قاسم نانوتوی ص ۷ ۷ مطبوعہ ساڈھورہ ضلع انبالہ)

مختصر یہ کہ مولانا قاسم نانوتوی مذکورہ مفتیوں کی نظر میں:

(۱) کافر، بے ایمان، فاسق اور سخت گنہگار ہیں۔ (عالم دیوبند مفتی احمد حسن سنبھل)۔
(۲) مولانا کے شعر کا مفہوم کفر، اُس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ (عالم دیوبند مفتی ظہور الدین)
(۳) مولانا بے ہودہ اور جاہل آدمی ہیں۔ (عالم دیوبند مفتی سعید احمد سنبھل)
(۴) مولانا کے اس شعر کو نعت میں لکھنا اور پڑھنا دونوں کفر۔ (عالم دیوبند مفتی وارث علی سنبھل)
(۵) مولانا کا کافر بے ہودہ اور جاہل ہونا بالکل صحیح ہے۔ (عالم دیوبند مفتی محمد کفالت اللہ۔ دہلی)
(۷) مولانا شرعی اصول سے ناواقف، حد درجہ غالی اور توہینِ رسول کے مرتکب ہیں۔ اُن کا یہ شعر بہت گرا ہوا اور رکیک ہے۔ (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند سید مہدی حسن صاحب)

امیر کشورِ خطابت غازیِ ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی جیلانی کی تصانیف

فلسفہِ موت وحیات	۲۰	شیعہ مذہب	۲۰	سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۵۰
فضائل درود وسلام	۲۰	تاجدارِ رسالت ﷺ	۳۰	لطائفِ دیوبند	۳۰

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

لطیفہ نمبر ﴿ ۴ ﴾

حفظ الایمان کی ایک متنازعہ عبارت کا واحد حل

عبارت درج ذیل ہے:

> ’پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل۔ اگر بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ بہائم کے لئے حاصل ہے‘ (حفظ الایمان مصنفہ مولانا تھانوی ص ۷)

اس عبارت سے ایک معمولی اردو جاننے والا آسانی سمجھ لے گا کہ مولانا تھانوی کے نزدیک نہ صرف فخر عالم غیب داں بلکہ زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ بہائم بھی غیب داں ہیں۔ مگر علمائے دیوبند کے مطاعِ عالم مخدوم الکل مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

> ’یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علمِ غیب تھا صریح شرک ہے‘۔
>
> (فتاوی رشیدیہ کامل کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ص ۹۶)

مولانا گنگوہی کے اس فتوے کی روشنی میں مولانا تھانوی کے مشرک ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ بہرحال مسلمانوں کا ایک گروہ اس عبارت کی تائید میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر صحیح اور دُرست ثابت کرنے میں لگا ہوا ہے اور دوسرا گروہ اسی شَد وَمدّ کے ساتھ تردید میں مصروف ہے۔ چنانچہ بات بڑھتی گئی اور نتیجہ اچھا، بُرا نکلتا رہا۔

اس سلسلہ میں میری تحقیق یہ ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی (ٹانڈوی)، مولانا مرتضیٰ حسن، اور مولانا منظور احمد نعمانی کی تاویلات و توضیحات سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہی صحیح اور درست ہے

چنانچہ مولانا ٹانڈوی فرماتے ہیں:

> ’حضرت مولانا (تھانوی) عبارت میں لفظ ’ایسا‘ فرما رہے ہیں لفظ ’اتنا‘ تو نہیں فرما رہے ہیں۔ اگر لفظ ’اتنا‘ ہوتا تو اس وقت البتہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے برابر کر دیا۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۱ مطبع قاسمی دیوبند)

آگے چل کر فرماتے ہیں:

> ’اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو لفظ ’ایسا‘ تو کلمہ تشبیہ کا ہے‘۔

مولانا ٹانڈوی کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ ’عبارت مذکورہ‘ میں لفظ ’ایسا‘ تشبیہ کے لیے ہے۔ اگر ’اتنا‘ یا ’اس قدر‘ کے معنی میں ہوتا تو یقیناً کفر تھا۔ اب دیکھئے مولانا مرتضی حسن صاحب دربھنگی کیا فرماتے ہیں:

> ’واضح ہو کہ ’ایسا‘ کا لفظ فقط ’مانند‘ اور ’مثل‘ ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی ’اس قدر‘ اور ’اتنے‘ کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ (یعنی عبارت مذکورہ میں) متعین ہیں‘۔ (توضیح البیان ص ۸ مطبع قاسمی دیوبند)

مزید فرماتے ہیں:

> ’عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ’ایسا‘ بمعنی ’اس قدر‘ اور ’اتنا‘ ہے پھر تشبیہ کیسی؟‘۔ (توضیح البیان ص ۱۷)

مولانا منظور بھی ایسی ہی فرماتے ہیں:

> ’حفظ الایمان کی اس عبارت میں بھی ’ایسا‘ تشبیہ کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے ’اتنا‘ کے معنی میں ہے‘۔ (فتح بریلی کا دلکش نظارہ ص ۳۲)

تقریبا یہی مضمون کتاب مذکور کے صفحہ ۳۴، ۴۰ اور ۴۸ پر بھی ہے اس اجمالی گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مولانا مرتضی حسن اور مولانا مرتضی نعمانی اس بات پر متفق ہیں کہ عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ 'ایسا' بمعنی 'اس قدر' اور 'اتنا' ہے۔ اگر تشبیہ کے لیے ہوتا تو موجب کفر ہوتا

> 'اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہوا جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں جب تو ہمارے نزدیک بھی موجب کفر ہے'۔ (ایضا ص ۳۵)

حاصل کلام۔ مولانا مرتضی حسن اور مولانا نعمانی کے نزدیک لفظ 'ایسا' بمعنی 'اتنا' اور اس قدر ہے۔ اگر تشبیہ کے لیے قرار دیا جائے تو کفر ہے اور مولانا ٹانڈوی کے نزدیک لفظ 'ایسا' تشبیہ کے لیے ہے۔ اگر بمعنی 'اتنا اور اس قدر' قرار دیا جائے تو کفر ہے۔

حل۔ عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ 'ایسا' کے دو ہی معنی ہیں (۱) یا تو 'تشبیہ کے لیے ہے (۲) یا بمعنی 'اس قدر یا اتنا' پہلی شق مولانا مرتضی حسن اور مولانا نعمانی کے نزدیک کفر۔ اور دوسری شق مولانا ٹاحسین احمد نڈوی کے نزدیک کفر۔

اس سے معلوم ہوا کہ دونوں شقیں کفر ہیں۔ اس عبارت متنازعہ کی کوئی تاویل نہیں۔
نیز یہ نتیجہ بھی قدرتی طور پر برآمد ہوگیا کہ

مولانا مرتضی حسن اور مولانا نعمانی دونوں کے دونوں مولانا ٹانڈوی کی تاویل کی روشنی میں کافر۔
اور مولانا ٹانڈوی بھی مولانا مرتضی حسن اور مولانا نعمانی کی تاویل کی روشنی میں کافر۔

فالحمد لله رب العالمين

الجھا ہوا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں   خود آپ اپنے دام میں صیّاد آ گیا

اس صورت حال کو دیکھ کر مجھے ایک اور شعر یاد آ گیا۔ ؎

ایسی ضد کا کیا ٹھکانہ دین حق پہچان کر!   ہم ہوئے مسلم تو وہ مسلم ہی کافر ہوگیا

لطیفہ نمبر ۵

سوال :- کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس شخص کے بارے میں جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان ومکان سے پاک اور اُس کا دیدار بے جہت حق جاننا بدعت ہے اور یہ قول کیسا ہے بینوا وتوجروا۔

الجواب :- یہ شخص عقائد اہلِ سنت سے جاہل اور بے بہرہ اور وہ مقولہ کفر ہے
واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی (نشان مہر)
الجواب صحیح۔ اشرف علی عفی عنہ

’حق تعالیٰ کو زمان ومکان سے منزہ ماننا عقیدہ اہل ایمان ہے۔ اسکا انکار الحاد وزندقہ ہے اور دِیدار حق تعالیٰ آخرت میں بے کیف وبے جہت ہوگا۔ مخالف اس عقیدے کا بددین وملحد ہے‘
کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ (نشان مہر) مفتی مدرسہ دیوبند
الجواب صحیح۔ بندہ محمود حسن عفی عنہ مدرس اول دیوبند

’وہ ہرگز اہل سنت سے نہیں ہے‘ حررہ المسکین عبدالحق
الجواب محمود حسن مدرس دوم مدرسہ شاہی، مراد آباد
’ایسے عقیدے کو بدعت کہنے والا دین سے ناواقف ہے‘
ابوالوفا ثناءاللہ۔ (نشان مہر)

اب سنئے عبارت کس کتاب کی ہے اور کس عالم کے قلم سے یہ باتیں نکلی ہیں

’ایضاح الحق‘ مولانا اسماعیل دہلوی کی تصنیف ہے۔ بصورتِ استفتاء بھیجی گئی عبارت اسی کتاب کے صفحہ ۳۵، ۳۶ سے ماخوذ ہے ملاحظہ فرمائیں۔

> ’تنزیہ او تعالیٰ از زمان ومکان وجہت واثبات رویت بلا جہت ومحاوذات الخ ہمہ از قبیل بدعات حقیقہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد‘

جب یہ راز فاش ہوگیا کہ اکابر دیوبند نے جس شخص کو جاہل‘ بے بہرہ‘ کافر، ملحد، زندیق، بے دین اور غیر سنی قرار دیا ہے وہ انہیں حضرات کے امام وپیشوا، شہید بے نوا مولانا اسماعیل دہلوی ہے تو مولانا رشید احمد گنگوہی کو اظہارِ افسوس ان الفاظ میں کرنا پڑتا ہے۔

> ’ایضاح الحق بندہ کو یاد نہیں ہے کیا مضمون اور کس کی تالیف‘
> (فتاوے رشیدہ کامل ص ۲۳۶ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

لطیفہ نمبر ﴿ ۶ ﴾

جب آپ نے اکابر دیوبند کے دین وایمان کو سمجھ لیا کہ ’ایں خانہ ہمہ آفتاب است‘۔ تو آیئے اب اُن حضرات کے حالات کا بھی ایک سرسری جائزہ اُن کی ہی روایات کی روشنی میں لیتے چلیں۔

وہ اپنے معاملات میں تاویل وَتوجیہ واغماض وَمسامحت سے کام لیتے تھے !

انہوں نے اپنے ایک مُرید کے کفری طرزِ عمل کے بارے میں نہیں کہا کہ کلمۂ کفر ہے۔ اور شیطانی فریب اس کفریِ طرزِ عمل کو غایتِ محبت پر محمول کر کے ٹال دیا۔

مولانا تھانوی کے بارے میں فاضل دیوبند مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی تحقیق:

’اپنے معاملات میں تاویل و توجیہہ اور اغماض و مسامحت کرنے کی مولانا میں جو خوبی تھی اُس کا اندازہ ایک واقعہ سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی مرید نے مولانا کو لکھا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا کہ میں ہر چند کلمۂ تشہد صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ہر بار ہوتا یہ ہے کہ **لا اله الا الله** کے بعد **اشرف علی رسول الله** منہ سے نکل جاتا ہے ظاہر ہے کہ اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ تھا کہ کلمہ کفر ہے شیطان کا فریب ہے اور نفس کا دھوکہ ہے۔ تم فوراً توبہ کرو اور استغفار پڑھو، لیکن مولانا تھانوی صرف یہ فرما کر بات آئی گئی کر دیتے ہیں کہ تم کو مجھ سے غایت محبت ہے اور یہ اسی کا نتیجہ و ثمرہ ہے‘۔ (برہان دہلی فروری ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۰۷)

لطیفہ نمبر ۷

ان کی اوصاف شماری میں حد درجہ غلو اور مبالغہ کیا گیا

ان کو صحابہ و تابعین کیا معنی، انبیاء سے بھی جا ملایا ہے

دلدادگان مولانا تھانوی کے بارے میں فاضل دیوبند مولانا اکبرآبادی کی رائے

’ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اُن کی اوصاف شماری میں اس درجہ غلو اور مبالغہ کیا گیا ہے کہ اُن کو صحابہ و تابعین کیا معنی‘ انبیاء سے بھی جا ملایا ہے۔

(برہان دہلی مئی ۵۲ء ص ۲۹۷)

لطیفہ نمبر ﴿ ۸ ﴾

فضائل مصطفیٰ آج مصلحتاً بیان کر دینا چاہئے تا کہ وہابیت کا شبہہ ختم ہو سکے

علماء دیو بند کا نقطۂ نظر : ...... 'فضائل کے لیے روایات دَرکار ہیں اور مجھے یاد نہیں'

مولانا تھانوی کا ارشاد:

> 'دار العلوم دیو بند کے بڑے جلسے دستار بندی میں بعض اکابر نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کے لیے حضور ﷺ کے فضائل بیان کئے جائیں تا کہ اپنے مجمع پر جو وہابیت کا شبہ ہے وہ دُور ہو اور موقع بھی اچھا ہے کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں۔ حضرت والا (تھانوی صاحب) نے با ادب عرض کیا اسکے لیے روایات کی ضرورت ہے اور وہ روایات مجھکو مستحضر نہیں'۔ (اشرف السوانح حصہ اول ص ۷۶)

یہ حضرتِ والا وہی ہیں جن کے بارے میں بعض لوگوں نے یہ عقیدہ بنا رکھا ہے وہ حکیم الامت، مجدّد دِین وملت، آیۃ من آیات اللہ، حجۃ اللہ فی الارض اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔ مگر افسوس کریں اُن کے مبلغِ علم اور جذبہ محبت رسول پر کہ 'حجۃ اللہ فی الارض' اور 'آیۃ من اللہ' ہوئے بھی نہ تو فضائلِ رسول کی روایات اُن کو مستحضر ہیں اور نہ ہی بیان فضائل سے کچھ دلچسپی۔

لطیفہ نمبر ۹

مولانا تھانوی کے پردادا مرنے کے بعد زندوں کے مثل آتے اور ساتھ میں مٹھائیاں لاتے۔ جب بدنامی کے ڈر سے گھر والوں نے راز فاش کردیا تو اُن کا مٹھائیوں کے ساتھ آنا بند ہوگیا۔ اشرف السوانح کا 'تقویۃ الایمان شکن' انکشاف۔

> 'شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر مثل زندوں کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لاکر دی، اور فرمایا کہ اگر تم کسی سے ظاہر نہ کروگی تو اسی طرح روزانہ آیا کریں گے۔ لیکن اُن کے گھر والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں۔ اس لیے ظاہر کردیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے، یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے'۔ (اشرف السوانح حصہ اول ص۱۲)

لطیفہ نمبر ۱۰

حضرات یوسف و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام میں جو کمالات انفراداً تھے وہ مجموعی طور پر شاہ وصی اللہ صاحب میں تھے۔ مدیرُ 'الاحسان' کی پیر پرستی

'یہ مذکورہ بالا اُمور 'شرک فی الرسالۃ' ہیں۔ فاضل دیوبند مولانا اکبرآبادی کا جواب۔

> ' منجملہ حضرات کے مرشدی و مولائی، محی السنہ والاخلاق ماحی البدعۃ والنفاق حضرت مولانا الشاہ محمد وصی اللہ صاحب دامت برکاتہم واضھم بھی ہیں۔ آپ کی جامعیت و کمال کے بارے میں اپنا خیال یہ ہے۔

آ فاقہا گرویدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(یا)

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری
انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(رسالہ ''الاحسان'' جلد۲، ستمبر ۵۵ء ص۴)

لیکن فاضل دیوبند مولانا سعید احمد اکبر آبادی فرماتے ہیں:

> 'اس مقام پر ایک نہایت اہم اور ضروری نکتہ جسے اپنے مرشد کے ساتھ غالی عقیدت و ارادت رکھنے والے مرید اکثر بھول جاتے ہیں' ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح اللہ تعالی کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ماننا 'شرک فی اللہ' اور کفر ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے اوصاف وکمالات نبوت میں کسی کو شریک جاننا 'شرک فی الرسالۃ' اور عظیم ترین معصیت ہے'۔
>
> (برہان، دہلی فروری ۱۹۵۲ء ص ۱۰۸)

فاضلِ دیوبند موصوف کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ 'غیر نبی' کے لیے کہ ۔

حُسنِ یوسف دَم عیسی ید بیضا دَاری
انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

'شرک فی الرسالۃ' اور عظیم ترین معصیت ہے۔ کیونکہ شعرِ مذکور کے مصداق صرف تاجدار دوعالم ﷺ ہیں نہ کہ مولانا شاہ وصی اللہ۔ کاش مدیر 'الاحسان' خدا پرستی کو چھوڑ کر پیر پرستی کے نشہ میں وہ نہ لکھتے جو لکھ گئے۔ انہیں تو یہ کہنا چاہئے تھا ۔

چھوٹ جائے اگر دولتِ کونین تو کیا غم!!
چھوٹے نہ مگر ہاتھ سے دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لطیفہ نمبر ﴿ ۱۱ ﴾

مولانا تھانوی نے عقدِ ثانی لذّتِ نفس کے لیے کیا، مگر مریدین ومعتقدین پر رنگ جمانے، زہد وتقوی کا رُعب گانٹھنے اور جگ ہنسائی سے خود کو بچانے کے لیے کافی بل کھائے اور پینترے بدلے۔ فاضل دیوبند مولانا اکبرآبادی کا تبصرہ:

> 'مولانا تھانوی جیسا کہ خود فرماتے ہیں' دوسرا نکاح محبت دِلی کے اقتضاء سے کرتے ہیں۔ لیکن شہرت وَوجاہت خانگی چپقلش کی وجہ اور برادری میں چہ میگوئیوں کی وجہ سے اس واقعہ کے سبب مولانا تھانوی کو جو ضغطۂ دماغی (Complex) پیش آ گیا ہے اُس کی وجہ سے اپنے فعل کی تاویل وتوجیہ میں عجیب عجیب باتیں کہتے ہیں حالانکہ سیدھی بات یہ تھی کہ میں نے عقد ثانی کیا اور یہ شرع میں ناجائز نہیں ہے۔ بس بات ختم ہو جاتی لیکن مولانا کبھی تو فرماتے ہیں کہ بے ساختہ ذہن میں آیا کہ بہت سے درجات موقوف ہیں۔ سقوط جاہ وَبدنامی پر جس سے تو اب تک محروم ہے۔ پس اس واقعہ میں حکمت یہ ہے کہ تو بدنام ہوگا اور حق تعالیٰ درجات عطا فرمائینگے۔ کبھی مولانا تھانوی فرماتے ہیں ایک مصلحت یہ بھی ظاہر ہوئی کہ اس سے پہلے موت کی محبوبیت کی دولت نصیب نہ تھی۔ الحمدللہ کہ اس واقعہ (شادی) سے یہ دولت بھی نصیب ہوگئی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ مجھ کو ثوابِ آخرت سے طبعا کم دلچسپی تھی۔ اب معلوم ہوا کہ یہ ایک قسم کی کمی اور استغناء تھی، الحمدللہ کہ اس کمی کا تدارک ہوگیا۔ اس کے بعد مولانا تھانوی کا ارشاد ہے کہ حلم وتحمل کا ذوق نہ تھا۔ خدائے تعالیٰ کا احسان ہے کہ کام بھی (بعد شادی) پورا ہوگیا اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مصلحتیں لکھی ہیں۔

جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا تھانوی نے نکاح ثانی کے ذریعہ سلوک ومعرفت اور طریقت وحقیقت کی ساری صبر آزما منزلیں طے کرلی ہیں۔ جو ملکات وفضائل اور کمالات رُوحانی وباطنی سالہا سال کے بعد مجاہدہ اور ریاضت شاقہ کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتے وہ عقدِ ثانی کرتے ہی فورا مولانا کو حاصل ہوگئے۔ (برہان دہلی، ۱۹۵۲ء فروری، ص ۱۰۵)

لطیفہ نمبر ۱۲

مولانا تھانوی ایک بیوی کی بارے میں دوسری بیوی کا خیال لانا بھی خلاف عدل سمجھتے تھے۔ مؤلف جامع المجددین مولانا عبدالباری کا دعویٰ:

’یہ بات سرتا پا غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ اس سے نبی کریم کی تنقیصِ شان ہوتی ہے‘۔

فاضل دیوبند مولانا سعید احمد اکبرآبادی کا تبصرہ:

’جناب مؤلف (مولوی عبدالباری ندوی مولف جامع المجددین) نے حضرت تھانوی کے انتہائی عدل بین الزوجین کی جو کیفیت بیان کی ہے وہ عقلی ومنطقی اور نفسیاتی طور پر کس قدر غلط اور بے معنی ہے اور ساتھ ہی اس سے کس طرح آنحضرت ﷺ کی تنقیص ہوتی ہے۔ عقلی اور نفسیاتی طور پر اس کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسانی خیال پر کبھی رُوک ٹوک نہیں لگائی جاسکتی اس پر ہرگز پہرہ نہیں بٹھایا جاسکتا۔ یعنی آپ کسی خیال کی نسبت لاکھ عہد کریں کہ اسے اپنے دل یا دماغ میں گھسنے ہی نہ دیں گے۔ آپ اس میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ (چند سطر بعد)

خیال لام السلسبیل ودونها
مسیرة شهر البرید المذبذب

(ترجمہ) میری محبوبہ ام سلسبیل کا خیال میرے پاس آتا ہے حالانکہ میرے اور اس کے درمیان میں ایک تیز رفتار قاصد کی ایک مہینہ کی مسافت ہے۔

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے۔

عجبت لمسراها وانی تخصلت
الی ارباب السجن دونی مغلق

(ترجمہ) میری محبوبہ کا خیال معلوم نہیں کس طرح میرے پاس چلا آیا' جب کہ قید خانہ کا دَروازہ میرے اُوپر بند تھا۔

اس بناء پر مؤلف کا یہ دعویٰ کہ حضرت تھانوی ایک بیوی کی باری میں دوسری بیوی کا خیال لانا بھی خلاف عدل سمجھتے تھے۔ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ جیسا کہ ہم نے ابھی اشارہ کیا ! جناب مؤلف کے خیال میں غالبا حضرت مولانا تھانوی کے فضل وکمال کا اعتراف اس وقت ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ ایک نہایت معصومانہ انداز میں دوسرے حضرات پر فقرے نہ کسے جائیں اور اُن پر طنز وتعریض نہ کی جائے لیکن نہایت افسوس اور بڑے شرم کی بات ہے کہ اس موقع پر وہ **حبك الشئ يعمى ويصم** (بسا اوقات کسی شئے کی محبت انسان کو اندھا و بہرہ بنا دیتی ہے) کے مطابق اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی تنقیص کر بیٹھے ہیں۔ تاریخ وسیر اور احادیث کی کتابوں میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضرت سرورکونین ﷺ کو

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اتنی محبت تھی کہ آپ دوسری بیویوں کی باری کے دنوں میں حضرت خدیجہ کا ذکر سوز وگداز کے ساتھ اس طرح فرمایا کرتے تھے کہ ازواجِ مطہرات کو بعض اوقات ناگواری تک ہوجاتی تھی۔ حضرت خدیجہ کے بعد آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت تھی اور حضرت عائشہ بھی جانتی تھیں لیکن اس کے باوجود فرماتی ہیں کہ میں نے خدیجہ کو نہیں دیکھا لیکن مجھ کو جس قدر اُن پر رشک آتا تھا کسی اور پر نہیں آتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اُن کا ذکر کیا کرتے تھے۔

(دوسطر بعد)

غور کیجئے مولانا تھانوی کے نزدیک تو دوسری بیوی کا خیال لانا بھی خلاف عدل ہے۔ لیکن یہاں آنحضرت ﷺ صرف خیال ہی نہیں لاتے بلکہ ذکر بھی فرماتے ہیں اور ذکر بھی ایک دو دفعہ نہیں، بھول چوک سے نہیں بلکہ ہمیشہ عمداً اور قصداً۔

(چند سطروں کے بعد)

اب اس کے مقابل مولوی عبدالباری صاحب مؤلف جامع المجددین کا بیان پڑھیے کہ مولانا تھانوی ایک بیوی کی باری میں دوسری بیویوں کا خیال لانا خلافِ عدل سمجھتے تھے۔ اور بتایئے کہ العیاذ باللہ کیا اس جملہ کا حاصل یہ نہیں ہے کہ اس معاملہ میں مولانا تھانوی کا مقام آنحضرت ﷺ سے بھی اونچا ہے کہ جو کام آپ نہ کرسکے وہ مولانا نے کر کے دکھایا۔

(برہان دہلی مارچ ۵۲ئ ص ۱۶۷ تا ۱۷۶ مختصراً)

لطیفہ نمبر ﴿ ۱۳ ﴾

وہ تشدّد پسند، درشت مزاج اور بداخلاق تھے

قیام دیوبند کے زمانے میں بارہا جی چاہنے پر بھی میں اُن سے ملتے ہوئے خوف کھاتا تھا۔ جامع المجددین کو پڑھ کر میرا خیال، پختہ یقین کے سانچے میں ڈھل گیا۔

فاضل دیوبند مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی آپ بیتی:

> ’مولانا (تھانوی) کی تشدّد پسندی اور درشت مزاجی کی جو روایات برابر سننے میں آتی رہتی ہیں اُن کا اثر یہ ہوا کہ قیامِ دیوبند کے زمانے میں بارہا جی چاہنے کے باوجود مولانا کی خدمت میں حاضری کی جرأت کبھی نہیں ہوئی۔ جامع المجددین میں اسی طرح کے واقعات نظر سے گذرے تو یہ اثر قوی ہوگیا۔ (برہان دسمبر ۱۹۵۲ء ص ۳۶۶)

لطیفہ نمبر ﴿ ۱۴ ﴾

مولوی عبدالباری ندوی مؤلف جامع المجددین کی ایک عبارت فاضل اکبرآبادی نقل کرتے ہیں:

> ’حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا سب سے نمایاں اور بڑا کمال راقم الحروف (عبدالباری ندوی) کی نظر میں یہ تھا کہ علم وعمل میں حدود کی رعایت اس درجہ تھی کہ حضراتِ انبیاء کا تو ذکر نہیں ورنہ لوازمِ بشریت کے ساتھ اس سے زائد کا تصوّر دشوار ہے۔ اور اس میں یقیناً اس نعمت کو دخل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بسطۃ فی العلم کے ساتھ بسطۃ فی العمل کا بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا، جسمانی خلقت ظاہر و باطنی حواس کی اور نتیجۃً اعتدال مزاج کی لطافت میں بھی مجدد اُمت کی ذات نبی اُمت ﷺ کی پرتو تھی‘ (برہان فروری ۵۲ء ص ۱۱۲، ص ۱۱۳)

فاضل اکبرآبادی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

> ‘حضرات انبیاء کا تو ذکر ہی نہیں ورنہ لوازم بشریت کے ساتھ اس سے زائد کا تصوّر دشوار ہے۔ اس عبارت کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ تابعین وَ تبع تابعین اور ائمہ عظام وصدیقین وَشہداء تو کیا، مولانا تھانوی کا مقام صحابہ سے اُونچا تھا کیونکہ صحابی سب ایک ہی مرتبے کے نہیں تھے۔ اُن میں آپس میں بھی فرقِ مراتب تھا اور لوازمِ بشریت کے ساتھ اس سے زائد کا تصوّر رہی نہ ہونا‘ یہ سب سے اونچا مرتبہ ہے۔ اس بناء پر مولانا تھانوی فرداً فرداً ہر اک صحابی سے اونچے نہ سہی۔ بعض صحابہ سے جو دوسرے صحابہ کے مقابلہ میں مفضول تھے۔ اُن سے لامحالہ تھانوی صاحب اُونچے ہو ہی گئے’۔
>
> (برہان دہلی فروری ۱۹۵۲ء ص ۱۱۴)

لطیفہ نمبر ۱۵

مولانا تھانوی کا پیر دھوکر پینا نجاتِ اُخروی کا سبب ہے

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کی ‘تقویۃ الایمان شکنی’

> ‘مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے کہا، واللہ العظیم ! مولانا تھانوی کے پیر دھوکر پینا نجاتِ اُخروی کا سبب ہے’ (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۱۱۳)

لطیفہ نمبر ۱۶

مولانا تھانوی کی صورت کا تصوّر نماز میں کرنا جائز ہے مولانا موصوف کے فتوے کا حاصل :

> ’کسی نے خط میں لکھا کہ اگر آپ (مولانا تھانوی) کی صورت کا تصوّر کرلوں تو نماز میں جی لگتا ہے‘ فرمایا جائز ہے۔
>
> (ملفوظات اشرف العلوم بابتہ ماہ رمضان ۱۳۵۵ھ ص ۸۴)

مگر مولانا اسمٰعیل دہلوی فرماتے ہیں :

> ’نماز میں زنا کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے‘۔
>
> (صراط مستقیم مترجم اردو مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیو بند ص ۹۷)

پھر فرماتے ہیں :

> ’ غیر کی تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے‘۔ (صراط مستقیم ایضاً)

غور فرمایئے ! فخر دو عالم ﷺ کا خیال وتصوّر نماز میں لانا اور جمانا، گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر اور شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ مگر مولانا تھانوی کی صورت نماز میں جی لگانے کے لیے بہ جہت تعظیم بسانا اور اُن کی صورت کے تصوّر خیال کو بحالتِ نماز قائم رکھنا نہ گدھے اور بیل کے خیال سے بدتر اور نہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ ورنہ علمائے دیو بند کے حجۃ اللہ فی الارض یہ نہ لکھتے کہ ’جائز ہے‘۔

اس کا قدرتی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تصوّر و خیال کو نماز میں لانا شرک کہہ دیا جائے تا کہ عظمتِ شان میں کچھ کمی ہو۔ اور مولانا تھانوی کے لیے اسی امر کو جائز قرار دیا جائے تا کہ حق پرستی کو کچھ تو دھچکا پہونچے۔ اس مقام پر اس شعر کا پڑھنا نامناسب نہ ہوگا۔

نگاہِ لطف کی اک اک ادا نے لوٹ لیا
وفا کے بھیس میں اک بے وفا نے لوٹ لیا

لطیفہ نمبر ۱۷

> ‘ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر (مولانا تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں' انہوں نے مجھ سے کہا۔ میرا ذہن معاً اسی طرف منتقل ہوا کہ کمسن عورت ہاتھ آئے گی اس مناسبت سے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے۔ (رسالہ الامداد ماہ صفر ۱۳۳۵ھ)

متذکرہ بالا خط کشیدہ جملوں پر مولانا مشتاق نظامی کا تبصرہ مجھے بے حد پسند آیا جو اپنی افادیت کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ نذرِ ناظرین کروں علامہ نظامی فرماتے ہیں:

> ‘کجا اُم المومنین سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کی فراستِ دینی اور تفقہ فی الدین پر اجل صحابہ و خلفائے راشدین کو اعتماد و بھروسہ تھا، جن کی شانِ عفت پر آیات کا نزول ہوا صحابہ کے پر پیچ مسائل

کی گرہوں کو جن کے ناخنِ تدبیر نے کھول دیا ہو۔ جس نے بلا واسطہ درسگاہِ نبوت سے فیض حاصل کیا ہو۔ جس کے مقدس اور پاکیزہ حجرہ میں بارہا جبرئیل امین وحی لے کر حاضر ہوئے ہوں۔ ہاں وہی سیدہ عائشہ جن کے لیے قرآن مجید کا ارشاد محکم ہے کہ ﴿اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ﴾ (الاحزاب/٦) نبی کریم ﷺ مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ اُن کے قریب ہیں اور آپ کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔

اور کہاں مولانا تھانوی کی بیگم جن کے آتے ہی مولانا تھانوی کی دُنیا وآخرت دونوں برباد ہوگئی۔ کہاں محبوب خدا ﷺ کی حرمِ محترم اور کہاں مولانا تھانوی کی بیگم۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

وہ سیدہ عائشہ جن کا تذکرہ قرآن مجید میں، جن کا ذکرِ جمیل احادیث رسول میں، جن کے محاسنِ اخلاق تاریخ اسلام میں ......غرضیکہ جن کا تذکرہ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں، مسجد وخانقاہ میں، جن کا تذکرہ صدیقین، صالحین، شہداء، ائمہ مجتہدین، اکابر محدثین، علماء واولیاء کی زبانوں پر......غرضیکہ وہ عائشہ جن کا تذکرہ فرش پر، عرش پر، ملائکہ کی بزمِ قدس میں حتیٰ کہ بارگاہِ الوہیت میں۔

افسوس ہے تھانوی صاحب کی ناپاک ونجس ذہنیت پر۔ ’چھوٹا منہ اور بڑی بات‘ اپنی خباثتِ باطنی کی بناء پر فرماتے ہیں ’وہی قصہ یہاں بھی ہے‘ جیسا کہ محبوبِ کردگار اور سیدہ عائشہ کی شادی کا تھا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ، آنجناب کی بازاری بولی تو ملاحظہ فرمائیے کہ ’میں سمجھ گیا کہ کوئی کمسن عورت ہاتھ آئیگی‘۔

اس جملہ میں ’ہاتھ آئے گی‘ کا ٹکڑا خصوصیت سے قابلِ توجہ ہے۔ اہلِ ادب اور اہلِ زبان اچھی طرح واقف ہیں کہ اس کا موقع استعمال کیا ہے اور ’کمسن عورت ہاتھ آئے گی‘ کا جملہ مولانا تھانوی کے لذتِ نفسانی وجذبۂ شہوانی پر کس حد تک غماز ہے‘۔ (خون کے آنسو حصہ اول ص۲۱۳،۲۱۴)

لطیفہ نمبر ۱۸

بانی دارالعلوم دیوبند لاابالی آدمی تھے پھر مقام نبوت سے نیچے بات نہیں کرتے تھے

ارواح ثلاثہ کا اعلان

’فرمایا ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نوتوی رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے، مولانا گنگوہی کا تو قدم قدم پر انتظام اور مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لاابالی کہیں کی چیز کہیں پڑی ہے کچھ پرواہ ہی نہیں۔ اس وقت ایک گروہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا کہ ہم بھی آپ کے ہمراہ حج کو چلیں گے۔ آپ نے فرمایا‘ زادِ راہ بھی ہے؟ انہوں نے کہا ایسے ہی توکل پر چلیں گے۔ مولانا نے فرمایا‘ جب ہم جہاز کا ٹکٹ لیں گے تو تم منیجر کے سامنے توکل کی پوٹلی رکھ دینا‘ بڑے آئے توکل کرنے‘ جاؤ اپنا کام کرو۔ پھر اُن لوگوں نے حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا تو آپ نے اجازت دے دی۔

> ہر گلے را رنگ و بوئے دیگرست
>
> راستے میں جو کچھ ملتا وہ سب لوگوں کو دے دیتے اور ساتھیوں نے کہا کہ حضرت آپ تو سب ہی دے دیتے ہیں' کچھ تو اپنے پاس رکھئے۔ تو فرمایا: **انما انا قاسم والله يعطی** (ارواحِ ثلثہ، ص ۲۹۷)

میں اہلِ علم طبقے سے گذارش کروں گا کہ وہ سینے پہ ہاتھ رکھ کر انصاف وَ دِیانت کے ساتھ فرمائیں کہ یہ وہی مقدس الفاظ نہیں جو حضرت ختمی مرتبت حضور نبی مکرم ﷺ کی زبانِ پاک سے اپنے بارے میں نکلے تھے۔ ہاں، ہاں۔ جو بات سید المرسلین نے اپنے بارے میں ارشاد فرمائی تھی' بانی دارالعلوم دیوبند اُسے اپنی ذات پر چسپاں کر رہے ہیں۔

کیا اس مقام پر مولانا نانوتوی رسولِ اعظم کی ہمسری کے مدعی نہیں ہوتے؟ وہ حدیث جسے سرور کائنات ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا ہو' اُس کو اپنے اُوپر فٹ کرنا یا اپنی ذات کو اس حدیث کا مصداق ٹھہرانا کیا ارشاداتِ مصطفویہ سے بغاوت اور تحریف فی الدین نہیں؟

کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی
جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولہبی!

لطیفہ نمبر ۱۹

بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی دلہن کے رُوپ میں' مولانا گنگوہی کے نکاح میں' پھر دونوں حضرات نے وہ لطف حاصل کیا جو شب وصل میں زوجین آپس میں حاصل کرتے ہیں۔ ایک دلچسپ اور ذوقِ مباشرت سے بھرا خواب۔

> ’مولانا رشید احمد گنگوہی نے ایک بار ارشاد فرمایا: میں نے ایک بار خواب دیکھا کہ مولوی محمد قاسم دلہن کی صورت میں ہیں اور میرا اُن سے نکاح ہوا ہے سو جس طرح زن وشوہر کو ایک دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہے اسی طرح مجھے اُن سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے‘۔ (تذکرۃ الرشید حصہ دوم صفحہ ۲۸۹)

یہ بات اپنی جگہ پر دوسری ہے کہ خدا جانے مولانا گنگوہی کتنے گندے خیالات ذہن میں رکھ کے سوتے تھے مگر اتنی بات تو سب کو تسلیم کرنی پڑے گی کہ مولانا نانوتوی کا ذوق مباشرت بڑا ہائی(High) تھا۔ مباشرت کی گرما گرمی اور دھوم دھام ہوئی تو بانی دارالعلوم دیوبند سے تشنگی شہوت بجھائی تو دیوبندی حضرات کے’ قاسم العلوم والخیرات‘ سے، خواب ہو تو ایسا ہو۔ اور اسٹینڈرڈ بھی ہو تو مولانا نانوتوی جیسا۔

ممکن ہے اس حیا سوز عقد کو خواب وخیال کہہ کر ٹال دیا جائے۔ مگر ذیل کے واقعہ کو کہاں لے جایئے گا۔

لطیفہ نمبر ۲۰

خانقاہ گنگوہ کے بھرے مجمع میں مولانا گنگوہی کا مولانا نوتوی سے لپٹنے کی فرمائش‘ مولانا گنگوہی ہی کا اُن سے چپکنا اور مولانا نانوتوی کا انکار کرتے ہوئے جگ ہنسائی سے ڈرانا۔ اس پر مولانا گنگوہی کا جواب کہ لوگ کہیں گے کہنے دو۔

(پردہ نہیں جب کوئی خدا سے‘ بندوں سے پردا کرنا کیا)

دن دھاڑے گنگوہ کی خانقاہ میں اکابر دیوبند کے معاشقہ کی ٹریننگ۔

'ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا' حضرت گنگوہی حضرت نانوتوی کے مرید وشاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی سے محبت آمیز لہجے میں فرمایا۔ یہاں ذرا سا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے' مگر حضرت گنگوہی نے فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے اور مولانا قاسم نانوتوی کی طرف کروٹ لے کر اپنا ہاتھ اُن کے سینہ پر رکھدیا جیسے کوئی عاشقِ صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا قاسم نانوتوی ہر چند فرماتے رہے کہ میاں کیا کر رہے ہو۔ یہ لوگ کیا کہیں گے۔ حضرت (گنگوہی) نے فرمایا: لوگ کہیں گے' کہنے دو۔ (ارواح ثلثہ ص ۲۸۹)

یہ وہی مولانا قاسم نانوتوی ہیں جنہوں نے بڑی قرأت سے فرمایا تھا '**انما انا قاسم والله یعطی**' مگر آج انھیں حضرت کو' مولانا گنگوہی نے نہ صرف خواب میں بلکہ گنگوہ کی خانقاہ میں بھرے مجمع کے سامنے دن کی روشنی میں بھی چاروں خانہ چت کر دیا۔

لطیفہ نمبر ۲۱

جب علمائے دیوبند سے فخر عالم کا معاملہ ہوا تو اُن کو اردو آ گئی۔ معاملہ سے پہلے گویا فخر عالم نا آشنائے اردو تھے۔ ثابت ہوا کہ علمائے دیوبند' فخر عالم کے اساتذہ ہیں۔ (معاذاللہ)

'ایک صالح' فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی؟ آپ تو عربی ہیں؟ فرمایا کہ جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ

> ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی۔ سبحان اللہ اس سے رُتبہ مدرسہ کا معلوم ہوا'۔
> (براہین قاطعہ مصنفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھی ص ۳۰)

لطیفہ نمبر ۲۲

تین سال تک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا چہرا میرے قلب میں رہا۔ میں نے اُن سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ جب تک قلب میں وہ حاضر و ناظر تھے۔ علمائے دیو بند کے نقطۂ نظر سے مولانا گنگوہی کا شرک آمیز بیان:

> 'خاں صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جوش میں تھے اور تصورِ شیخ کا مسئلہ دَرپیش تھا۔ فرمایا' کہہ دوں۔ عرض کیا گیا کہ فرمایئے۔ پھر فرمایا کہہ دوں۔ عرض کیا گیا کہ فرمایئے۔ پھر فرمایا کہہ دوٗ عرض کیا گیا فرمایئے۔ تو فرمایا کہ تین سال کامل حضرت امداد اللہ کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے اُن سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔
> (ارواح ثلثہ حکایت ۳۰۷ ص ۲۹۰)

غور فرمایئے ! تین سال کامل مولانا گنگوہی اپنے پیر و مرشد حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کے چہرے کو قلب میں بسائے ہوئے تھے۔ حاضر و ناظر جان کر اُن سے سوالات بھی کرتے رہے۔ جبھی تو مولانا گنگوہی ہی کا یہ کہنا درست ہوگا کہ 'میں نے اُن سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا'۔ باوجود ان حقائق کے دیو بند کا کوئی ایسا جیالا فرزند نہیں ہے جو مولانا گنگوہی پر انگشت اعتراض اُٹھائے اور گریبان تھام کر پوچھے کہ توحید کا دَرس دینے والا شرک سے رسم وراہ کیوں پیدا کر رہا ہے۔

لطیفہ نمبر ۲۳

تقویۃ الایمان کو شورش پھیلانے کے لیے میں نے تصنیف کیا۔ اسی لیے تیز اور تشدد آمیز الفاظ لائے گئے۔ اور میں نے دیانتِ علمی کے خلاف شرکِ خفی کو شرکِ جلی لکھا۔ میں جانتا تھا کہ اس سے شورش ضرور پھیلے گی۔ مولانا اسمٰعیل دہلوی کا اعترف:

> 'میں جانتا ہوں کہ اسمیں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں' اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے۔ مثلاً اُن اُمور کو جو شرکِ خفی ہیں شرکِ جلی لکھدیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ شورش ضرور پھیلے گی۔ (باغی ہندوستان ص ۱۱۵)

وہ کتاب جو شورش پھیلانے کے لیے لکھی گئی۔ جس میں شرکِ خفی کو شرکِ جلی لکھ کر دیانت علمی کو مجروح کیا گیا ہو۔ بالقصد تیز الفاظ بھرے گئے ہوں اور تشدد بے جا کا وہ خاصا نمونہ ہو۔ ایسی کتاب کے بارے میں بعض دینی بصیرت سے محروم حضرات صرف اس لئے حُسنِ ظن رکھتے ہیں کہ اُن کے 'مولانا صاحب' کی تصنیف ہے۔ یہ میں نے کیا کہہ دیا 'حسن ظن' ہی نہیں بلکہ ایسی غیر علمی کتاب کو 'عین اسلام' قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

> 'کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردِّ شرک وَ بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عینِ اسلام ہے'۔
>
> (فتاوی رشیدیہ کامل کتاب خانہ رحیمیہ دیو بند ص ۴۱)

مولانا دہلوی تو یہ فرماتے ہیں کہ میں نے شرکِ خفی کو شرکِ جلی لکھا۔ یعنی خلافِ واقعہ باتیں تحریر کیں تیز اور تشدد آمیز الفاظ بھرے۔ اور اس غیر علمی اور خلافِ دیانت وصداقت

طرزِ عمل کو عین اسلام اور مطابق کتاب و سنت مولانا گنگوہی ہی قرار دے رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ مولانا گنگوہی کے نزدیک ہر وہ بات عینِ اسلام اور مطابق کتاب و سنت ہے جو خلاف واقعہ ہو۔ مثلاً:۔

جو شرکِ خفی ہے وہ شرکِ جلی کبھی نہیں ہوسکتا۔ اور جو 'خفی' کو 'جلی' کہے وہ یقیناً حقائق علمیہ سے محروم ہے۔ اب اگر خفی کو جلی تحریر کرنا عینِ اسلام ہوسکتا ہے تو مباح کو مکروہ۔ مکروہ کو حرام۔ حرام کو کفر اور کفر کو شرک بھی لکھنا غالباً مولانا گنگوہی کے نزدیک عینِ اسلام اور مطابق کتاب و سنت ہی ہوگا۔

لطیفہ نمبر ﴿ ۲۴ ﴾

مولانا نوتوی انسان نہ تھے بلکہ انسانیت سے بالاتر تھے ارواحِ ثلٰثہ کا چیلنج :

'مولانا رفیع الدین فرماتے ہیں کہ پچیس برس حضرت مولانا نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور کبھی بلا وضو نہیں گیا۔ میں نے انسانیت سے بالا درجہ اُن کا دیکھا۔' (ارواحِ ثلاثہ ص ۲۴۰)

تصویر کا دوسرا رُخ ملاحظہ ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں:

'جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو۔ اس میں بھی اختصار کرو'۔ (تقویۃ الایمان ص ۷۲)

بہر حال زیرِ غور مسئلہ یہ ہے کہ جب علمائے دیوبند اپنے مولویوں کی تعریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اس مقام سے شروع کرتے ہیں:

'میں نے انسانیت سے بالا درجہ اُن کا دیکھا'۔ (ارواحِ ثلٰثہ)

اور جب سید الانبیاء ﷺ کا تذکرہ مقصود ہوتا ہے تو زبان وقلم سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں :

> ’جو بشر کی سی تعریف ہو، سو ہی کرو، اس میں بھی اختصار کرو‘۔ (تقویۃ الایمان)

ایسا کیوں ہے؟ نقطۂ نظر میں اتنا اختلاف کیوں؟ فیصلہ بذمہ ناظرین ہے۔

لطیفہ نمبر ۲۵

رسول اللہ ﷺ تو عام انسانوں کی طرح بشر تھے۔ بلکہ مولانا عبدالشکور کی بولی میں وہ ایک معمولی انسان تھے۔ (انجم جون ۳۷ء ص ۵ کالم ۳) مگر محمود الحسن اور حسین احمد ٹانڈوی ’نور اور اُس کی ضیاء وچمک‘ تھے۔ شیخ الہند نمبر کا دعویٰ :

> ’شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ ایک نور تھے تو شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اس نور کی ضیا اور چمک تھے‘۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۱۴) [ٹانڈوی نمبر]

لطیفہ نمبر ۲۶

> ’فرمایا کہ مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت جو بعد وفات واقع ہوئی بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ نانوتہ میں جاڑا بخار کی بہت کثرت ہوئی، سو جو شخص کہ قبر سے مٹی لے کر باندھ لیتا تو اُسے آرام ہو جاتا۔ بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈالو تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا، پریشان ہو کر ایک مرتبہ میں نے مولانا کی قبر پر جا کر کہا کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہو گئی، یاد رکھو اگر اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی

> نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہو۔ لوگ جوتا پہن کر تمہارے اُوپر ایسے ہی چلیں گے۔ بس اُسی دن سے آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں ہوتا' پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کردیا'۔ (ارواحِ ثلثہ ص۳۲۲)

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ مشتاق نظامی رقمطراز ہیں :

مذکورہ بالا عبارت کا رُخ اور تیور ملاحظہ فرمایئے کہ صاحبِ قبر سے عدم شفا کی درخواست اس بنیاد پر نہیں کی گئی کہ مخلوقِ خدا شرک و بدعت میں مبتلا ہوگئی ہے بلکہ خاندان والے قبر پر مٹی ڈالتے ڈالتے تنگ آ گئے ہیں' یہ بات تو اجمیر اور کلیر شریف میں پہونچ کر شرک و بدعت ہو جاتی ہے۔ یہاں تو تھانہ بھون اور نانوتہ کے بزرگوں کی کرامت بیان کرنی مقصود ہے۔

کوچہ جاناں سے خاک لائیں گے   اپنا کعبہ الگ بنائیں گے

چڑھ تو غریب نواز' پیران کلیر' خواجہ کلیر قطب اور محبوب الٰہی سے ہے نہ کہ نانوتہ کے بزرگوں سے۔ اور صرف مٹی میں شفاء ہی نہ تھی بلکہ صاحبِ قبر خاندان والوں کی آواز سنتے اور اُن کی باتیں بھی مان لیتے تھے مگر اللہ کے پیارے محبوب خلاصۂ کائنات سرکارِ ابد قرار روحی فداہ ﷺ پر اس بہتان تراشی وافتراء پروازی پر شرم نہ آئی کہ۔

'میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں'۔ (تقویۃ الایمان ص۹۶)

خیال فرمایئے کہ نانوتہ کے مُردوں کی قبر سے شفاء ہو' وہ آواز دینے والوں کی آوازیں سنیں مگر پیغمبر اسلام ﷺ 'مر کر مٹی میں مل گئے' اگر تقویۃ الایمان ہی دیوبندی دھرم میں دین وایمان ہے تو تقویۃ الایمان ہی کی روشنی میں انہیں اس عبارت کو خارج کر دینا چاہئے۔

’یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لے ‘۔ (تقویۃ الایمان ص۶۴)

تقویۃ الایمان کی مندرجہ بالا عبارات نے ان عبارات میں توجیہ وَ تاویل کا دروازہ بند کر دیا۔ جن کے ظاہر میں رسول خدا کی توہین وتنقیص ہے۔ (خون کے آنسو حصہ اول ص ۱۰۷، ۱۰۸)

لطیفہ نمبر ﴿ ۲۷ ﴾

علمائے دیوبند نے کافی تعداد میں کتابیں تصنیف کر کے علمائے بریلی کی طرف منسوب کیں‘ یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔

میرا چیلنج

ناظرین! جس طرح حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے تحفہ اثناعشریہ میں بعض اُن کتابوں کی نشاندہی کی ہے جنہیں روافض یا دیگر دشمنانِ مذہبِ اہل سنت نے تصنیف کر کے علمائے اہل سنت پر تھوپی ہیں مثلاً ’سرالعالمین‘ کو حضرت امام غزالی کی طرف منسوب کیا گیا ہے جو قطعاً واصلاً غلط ہے وغیرہ۔

اسی طرح میں بھی بعض اُن کتابوں کی نشاندہی کر دینا چاہتا ہوں جسے دشمنانِ مذہب اہلِ سنت نے تصنیف کر کے علمائے اہل سنت کی طرف غلط منسوب کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) تحفۃ المقلدین : حضرت مولانا محمد نقی علی خانصاحب کے نام سے گڑھی۔۔ موصوف فاضل بریلوی کے والد ہیں۔

(۲) ہدایۃ الاسلام : فاضل بریلوی کے جدامجد مولانا رضا علی کے نام سے گڑھی۔

(۳) ہدایۃ البریہ مطبوعہ صبح صادق پریس کے علاوہ ایک اور ہدایہ البریہ مطبوعہ لاہور۔ اعلیٰ حضرت کے والد مولانا نقی علی خاں کے نام گڑھی۔

(۴) ملفوظات : اس نام کی ایک کتاب کو حضرت شاہ حمزہ علیہ الرحمہ سے منسوب کر دیا۔

(۵) مرأۃ الحقیقۃ : حضور غوثُ الثقلین کے نام سے شائع کیا۔

(٦) خزینۃ الاولیا: ۔ حضرت شاہ حمزہ مارہروی کے نام سے گڑھی اور بکمالِ شقاوت کہہ دیا کہ مطبوعہ کاپنور صفحہ فلاں ۔ (ماخوذ از 'خالص الاعتقاد' ۔ فاضل بریلوی ص۱۲، مختصرا)

خالص الاعتقاد کی اس تشریح سے معلوم ہوا کہ خزینۃ الاولیاء حضرت شاہ حمزہ سے اور ہدایۃ الاسلام جو فاضل بریلوی کے جد امجد مولانا محمد رضا علی کے نام سے چھاپی گئی ہے سراسر الزام تراشی اور افتراء پردازی ہے۔ ہرگز یہ کتابیں اُن حضرات کی تصنیف کردہ نہیں۔ ہم ان کتب مذکورہ سے اپنی براءت ظاہر کرتے ہیں۔ جب ہمارے علماء کی یہ باطل شکن آواز 'ردشہاب ثاقب' کی صورت میں مولانا عامر عثمانی کے کانوں سے ٹکرائی ہے تو انہیں بھی کہنا پڑتا ہے۔

> 'اتنا ہم الضافاً ضرور کہیں گے کہ مصنف (حضرت شاہ اجمل سنبھلی) نے مولانا مدنی پر ایک الزام بڑا بھیانک اور فکر انگیز لگایا ہے اُنکا کہنا ہے کہ جن دو کتابوں 'خزینۃ الاولیاء' اور 'ہدایۃ الاسلام' سے شہاب ثاقب میں بعض اقتباسات دیئے گئے ہیں وہ فی الحقیقت من گھڑت ہیں۔ جن مصنفوں کی طرف انہیں منسوب کیا گیا ہے انہوں نے کبھی ہرگز ہرگز یہ کتابیں نہیں لکھیں'۔
>
> (تجلی فروری و مارچ ۵۹ء)

ہم اس بات کو واضح کر چکے ہیں کہ خزینۃ الاولیاء اور ہدایۃ الاسلام نہ حضرت شاہ حمزہ علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے اور نہ ہی مولانا رضا علی خاں کی تالیف۔ یہ محض کذب و افتراء ہے

مگر افسوس مولانا ٹانڈوی پر کہ اپنی کتاب شہاب ثاقب صفحہ ۱۲ اور ۲۲ پر انہیں دونوں کتابوں سے حوالہ پیش کرتے ہیں اور ہم لوگوں پر حجت قائم کرتے ہیں، حالانکہ انھیں بھی معلوم تھا کہ جن کتابوں سے وہ ہم پر حجت قائم کر رہے ہیں ان کتابوں کی تردید وتکذیب ہم اسی انداز سے کرتے رہے ہیں جس طرح کتب علمائے دیوبند کی مولانا ٹانڈوی فرماتے ہیں۔

> 'جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم خزینۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۵ پر ارقام فرماتے'' تا آخر (شہاب ثاقب)
>
> مزید فرماتے ہیں:
>
> 'مولوی رضا علی خانصاحب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتاپور صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں'' تا آخر (شہاب ثاقب ص ۲۲)

غور فرمایئے! کس دِیدہ دلیری کے ساتھ مولانا ٹانڈوی علمائے اہلسنت کے اُوپر دوسروں کی تصنیف کردہ کتابیں تھوپ رہے ہیں۔ کیا آج کی دُنیا میں اس سے بڑھ کر اتہام بندی و بہتان تراشی کی کوئی جیتی جاگتی مثال مل سکتی ہے۔ ہمارا علمائے دیوبند کی صداقت کو چیلنج ہے کہ اگر اُن میں ذرّہ برابر بھی غیرت اور حق پسندی ہو تو خزینۃ الاولیاء اور ہدایۃ الاسلام کو منظر عام پر لاکر اپنی صداقت و دِیانت کا ثبوت دیں۔ ورنہ اب بھی سویرا ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بہتر ہوگا کہ شرم وغیرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ گردن جھکا کر بارگاہ ایزدی میں تائب ہو جائیں۔

وضّاعین اور کذابین کے اس طرزِ عمل کو تحریر کرنے کے بعد عقل واستدلال کی روشنی میں تبصرہ فرماتے ہوئے علامہ مشتاق نظامی رقمطراز ہیں:

’یہ نہ سمجھئے کہ کذب و افتراء اور جعل وسازش کی یہ مہم یہیں پر آ کر ختم ہوگئی بلکہ اپنے کالے جھوٹ پر سفید جھوٹ کی مہر توثیق ثبت کرنے کے لئے سیف النقی کے صفحہ ۲۰ پر فاضل بریلوی قدس سرہ‘ کے والد ماجد کا فرضی نشان مہر بھی بنا دیا۔ جس کی صورت یہ ہے۔

۱۳۰۱
نقی علی سنی حنفی

حالانکہ حضرت کی مہر مبارک کا نقشہ یہ تھا

۱۲ ۶۹
مولوی رضا علی خاں
محمد نقی خاں ولد

لطف تو ہے کہ مہر گڑھی گئی مگر پھر بھی بات نہ بن سکی، صورتِ حال یہ ہے کہ حضرت کا وصال ۱۲۹۷ھ میں ہوا اور نقشہ مہر میں ۱۳۰۱ کندہ ہے جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ وصالِ شریف کے چار برس بعد مہر تیار ہوئی ہے۔

پہلے اپنے جنوں کی خبر لو　　پھر مرے عشق کو آزمانا

نوٹ:۔ میرے خیال میں شاید ہی دُنیا کے کسی گوشہ میں خیانت کی ایسی مکروہ وگندہ مثال مل سکے گی جو حضراتِ دیوبند کے دامنِ تقدس کی جھالر بنی ہوئی ہے کوئی سوچے تو سہی! کس قدر حیرت انگیز اور تعجب خیز بات ہے کہ اپنی خرافات کا اعتراف نہ کرتے ہوئے اس پر پردہ ڈالنے کے لیے چند در چند غلطیوں کا ارتکاب کرنا، اور جرأت ودِیدہ دلیری کا یہ عالم کہ الامان والحفیظ۔ فرضی کتاب‘

من گھڑت عبارات، جعلی پریس تک کا اعلان کر دینا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کی جسارت وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے کان کبھی شرم وحیا جیسے الفاظ سے آشنا تک نہ ہوئے ہوں۔

اس کے باوجود زہد وتقوی اور اتباعِ سنت کا وہ بلند وبانگ نعرہ جس سے تصنع اور ریا کے صنم اکبر کا بھی کلیجہ دہل جائے۔ اب ناظرین ہی انصاف فرمائیں کہ اگر متقی و پرہیزگار ایسے ہی لوگوں کو کہا جاتا ہے تو غیر متقی کو کیا کہا جائے گا'

(خون کے آنسو حصہ ۲ ص ۲۴، ۲۵)

لطیفہ نمبر ۲۸

مولانا ٹانڈوی کے نزدیک معیارِ حق وباطل صرف برطانیہ ہے وہ علمی زاویہ نظر سے مسائل کا تجزیہ نہیں کرتے۔

مولانا مودودی کا دعویٰ :

'مندرجہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا (ٹانڈوی) کی نگاہ میں حق وباطل کا معیار صرف برطانیہ بن کر رہ گیا ہے، وہ مسئلہ کو نہ تو علمی زاویۂ نظر سے دیکھتے ہیں کہ حقائق اپنے اصلی رنگ ورُوپ میں نظر آ سکیں، نہ وہ مسلمانوں کی خیر خواہی کے زاویۂ نظر سے اس پر نگاہ ڈالتے ہیں'۔ (مسئلہ قومیت صفحہ ۵۳، ۵۴)

لطیفہ نمبر ۲۹

مولانا ٹانڈوی اپنی نجی باتوں کو خدا اور رسول کی طرف منسوب کرتے وقت خدا کی باز پرس سے خوف نہیں کھاتے۔

انہوں نے حدیث کے الفاظ کو مفہوم نبوی کے خلاف دوسرے من چاہے مفہوم پر چسپاں کیا۔ مولانا مودودی کا بے لاگ تبصرہ :

> ’مولانا (ٹانڈوی) آخر فرمائیں تو کہ جس متحدہ قومیت کو وہ رسولِ خدا کی طرف منسوب کر رہے ہیں اس میں آج کل کی متحدہ قومیت کے عناصرِ ترکیبی میں سے کون سا عنصر پایا جاتا ہے۔ اگر وہ کسی ایک عنصر کا پتہ نہیں دے سکتے اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں دے سکتے تو کیا مولانا کو خدا کی باز پرس کا خوف نہیں‘۔ (چند سطر بعد) ’الفاظ کا سہارا لے کر مولانا (حسین احمد ٹانڈوی) نے اپنا مدعی ثابت کرنے کی کوشش تو بہت خوبی کے ساتھ کر دی مگر انہیں یہ خیال نہ آیا کہ حدیث کے الفاظ کو مفہوم نبوی کے خلاف کسی دوسرے پر چسپاں کرنا اور اس مفہوم کو نبی کی طرف منسوب کر دینا (من کذب علی متعمدا) کی زد میں آجاتا ہے‘۔ (مسئلہ قومیت صفحہ ۶۰، ۶۱)

لطیفہ نمبر ۳۰

مولانا ٹانڈوی، علم وفضل، کلچر، تہذیب، پرسنل لا وغیرہ الفاظ کے معنی سے نا آشنا ہیں۔ انہوں نے مسندِ مقدس سے مسلمانوں کی غلط رہنمائی کی‘ اور مسلمانوں کو حقائق کے بجائے اوہام کے پیچھے چلایا اور غارِ عمیق میں ڈھکیل دیا۔ ‘میں کسی طرح اس پر صبر نہیں کرسکتا’۔ مولانا مودودی کا ارشاد:

> ‘یہ بات میں خوب سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں کہ مولانا حسین احمد بایں ہمہ علم وفضل، کلچر، تہذیب، پرسنل لاء وغیرہ الفاظ بھی جس طرح استعمال کر رہے ہیں اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ان کے معنی ومفہوم سے نا آشنا ہیں۔ میری یہ صاف گوئی اُن حضرات کو یقیناً بُری معلوم ہوگی جو رجال کو حق سے پہچاننے کے بجائے حق کو رِجال سے پہچاننے کے خوگر ہیں۔ اس کے جواب میں چند اور گالیاں سننے کے لیے میں نے اپنے آپ کو پہلے تیار کرلیا ہے۔
> مگر جب میں دیکھتا ہوں کہ مذہبی پیشوائی کی مسندِ مقدس سے مسلمانوں کی غلط رہنمائی کی جارہی ہے‘ اُن کو حقائق کے بجائے اوہام کے پیچھے چلایا جارہا ہے اور خندقوں سے بھری ہوئی راہ کو صراط مستقیم بتا کر انہیں اسکی طرف ڈھکیلا جارہا ہے تو میں کسی طرح اس پر صبر نہیں کرسکتا’۔ (مسئلہ قومیت صفحہ ۶۴، ۶۵)

لطیفہ نمبر ۳۱

مولانا ٹانڈوی کو چاہئے کہ اُمت پر رحم فرما کر اپنی غلطی کو محسوس کریں ورنہ مولانا کی تحریریں ایک فتنہ بن کر رہ جائیں گی۔

اگر مولانا نے رجوع الی الحق نہ کیا تو یہ طرز عمل ایسا ہی ہوگا جیسے ظالم امراء کے قول وفعل کو قرآن وحدیث سے ثابت کر کے ظلم وطغیان کو تقویت پہونچائی جائے۔

مولانا مودودی کی رائے :

> 'کم از کم اب وہ (مولانا ٹانڈوی) اُمت پر رحم فرما کر اپنی غلطی محسوس فرمالیں ورنہ اندیشہ ہے کہ اُن کی تحریریں ایک فتنہ بنکر رہ جائیں گی اور اس پرانی سنت کا اعادہ کریں گی کہ ظالم امراء اور فاسق اہلِ سیاست نے جو کچھ اسے علماء کے ایک گروہ نے قرآن وحدیث سے درست ثابت کر کے ظلم وطغیان کے لیے مذہبی ڈھال فراہم کردی'۔ (مسئلہ قومیت ص ۶۹)

لطیفہ نمبر ۳۲

رسول مر کر مٹی میں مل گئے (تقویۃ الایمان ۹۶) پر مولانا اسمٰعیل دہلوی کا فتویٰ۔ لیکن مولانا ٹانڈوی مر کر نور ہو گئے اور اُن کے ہر چہار طرف نور ہی نور ہے فاضلِ دیوبند مولانا محمد اسحٰق صاحب نگینوی کا دعویٰ :

> ’اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عالمِ نور میں رہتے ہیں۔ اُن کی آنکھوں میں بھی نور ہے، اُن کے داہنے نور ہے، اُن کے بائیں نور ہے، اُن کے چاروں طرف نور ہی نور ہے۔ وہ خود نور ہو گئے ہیں‘۔ (شیخ الاسلام نمبر ۱۵ فروری ۱۹۵۸ء صفحہ ۱۲ کالم ۴)

ناظرین شیخ الاسلام نمبر کے جس مضمون سے ہم نے یہ اقتباس لیا ہے اسکا عنوان ملاحظہ فرمائیں:

> ’حضرت مدنی (ٹانڈوی) کے لیے دُنیا کی ہر شئے دُعا گو رہی‘۔ ’اور اب وہ سراسر نور ہیں‘۔ (ایضاً) [ٹانڈوی نمبر]

لطیفہ نمبر ﴿ ۳۳ ﴾

اب ٹیپ کا بند ملاحظہ فرمائیں:

> ’میں صاف کہتا ہوں کہ اُن (مولانا ٹانڈوی) کے نزدیک کونسلوں اور اسمبلیوں کی شرکت کو ایک دن حرام اور دوسرے دن حلال کر دینا ایک کھیل بن گیا۔ اس لیے کہ اُن کی تحلیل وَتحریم حقیقتِ نفس الامری کے ادراک پر تو مبنی نہیں۔ محض گاندھی جی کی جنبشِ لب کے ساتھ اُن کا فتوی گردش کرتا رہتا ہے‘۔
> (مسئلہ قومیت ص ۶۳)

اس بات سے کون نہیں واقف ہے کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا یا تحریم وتحلیل کو ایک کھیل بنالینا یا کسی غیر مسلم کے جنبشِ لب کو معیارِ فتوی بنانا، عقلاً اور نقلاً کفر و بے دینی ہے۔ مولانا مودودی کے مذکورہ بالا بیان کی روشنی میں مولانا ٹانڈوی کے اسلام

وایمان کوتسلیم کرنا حقائقِ اسلامیہ کے سراسر منافی ہے۔ گویا مولانا مودودی کے نزدیک مولانا ٹانڈوی کا ارتداد ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔

مگر کیا کیا جائے ایسی ذات جو اِرتداد کی چادر اوڑھے ہوئے ہو۔ اُس کے بارے میں بعض عقل سے بے دل حضرات یہ عقیدہ بنائے ہوئے ہیں ’وہ نور ہوگئے، اُن کے ہر چہار طرف نور ہی نور ہے‘۔ وغیرہ وغیرہ

لطیفہ نمبر ﴿۳۴﴾

مولانا مرغوب احمد صاحب کی گذارش پر حضرت ابراہیم علیہ السلام‘ مولانا ٹانڈوی کے پیچھے نماز پڑھنے پر راضی ہوگئے۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا ٹانڈوی کی اقتدار اور پیروی کی اور خود کو عام لوگوں کی صف میں کر کے غیرِ رسول کو اپنا امام بنایا۔

الحاصل مولانا ٹانڈوی امام الرسول ہیں۔

اس طرح سید الانبیا ﷺ اور مولانا ٹانڈوی فضیلت کے ایک ہی پلیٹ فارم پر۔

شیخ الاسلام نمبر [ٹانڈوی نمبر] کا ببانگ دَہل اعلان:

> ’حضرت سیدنا ابرہیم علیہ الصلوۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب کسی حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور متصل ایک دوسرے کمرے میں کتب خانہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کتب خانہ سے ایک مجلد کتاب اُٹھائی جس میں دو کتابیں تھیں، ایک کتاب کے ساتھ دوسری کتاب تھی۔ وہ خطبات جمعہ کا مجموعہ تھا اس مجموعۂ خطب میں وہ خطبہ نظرانور سے گذرا جو مولانا حسین احمد مدنی

خطبہ جمعہ پڑھا کرتے ہیں۔ جامع مسجد میں بوجہ جمعہ مصلیوں کا مجمع بڑا ہے مصلیوں نے فقیر (مولانا مرغوب) سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں۔ فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتداء میں نمازِ جمعہ ادا فرمائی۔ فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا۔' (شیخ الاسلام نمبر ص۱۶۴، کالم۴)

کیا یہ حیرت واستعجاب کی بات نہیں کہ مولانا ٹانڈوی کے عاشقِ صادق جناب مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ کہنے کی جرأت وہمت کیسے کی کہ وہ نماز نہ پڑھائیں۔ بلکہ خود حضرت خلیل اللہ علیہ السلام ایک غیر نبی کی اقتداء کریں؟ کیا غیرِ نبی کے پیچھے نماز پڑھنا، نبی اور رسول کے پیچھے نماز پڑھنے سے افضل ہے؟ کیا امامت کے مستحق حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے زیادہ مولانا ٹانڈوی تھے؟ کیا ایک برگزیدہ نبی کو غیر نبی بلکہ معمولی مولوی کا مقتدی بنانے کی کوشش فسادِ قلب نہیں۔ میں نے مولانا ٹانڈوی کو معمولی مولوی لکھا تو یہ کوئی بُرا ماننے کی بات نہیں۔ اس لیے کہ جب مولانا عبدالشکور صاحب کے لب ولہجہ میں افضل البشر اور سید کائنات 'معمولی انسان' ہیں تو پھر مولانا ٹانڈوی کو اس اعتبار سے معمولی مولوی کہنا بھی ضرورت سے زیادہ ہے'۔

بہرحال 'شیخ الاسلام نمبر' [ٹانڈوی نمبر] کو بسرِ وَچشم قبول کر لینے والوں کو بتانا ہوگا کیا مولانا ٹانڈوی کا ایک نبی کی امامت کرنا شرعا جائز ہوسکتا ہے جب کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا افضل البشر بعد الانبیاء بھی حضور نبی کریم ﷺ کے آتے ہی مقتدی ہو جاتا تھا۔

جس پر بخاری و مسلم جو مسلمانوں کے صحیح ترین ماخذ میں سے ہیں، شاہد ہیں؟ تو کیا مولانا ٹانڈوی خلیفہ بلافصل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی اعلیٰ وارفع تھے؟

ناظرین کیا آپ جانتے ہیں کہ امام الرسول کسے کہا جا رہا ہے؟ نہیں جانتے تو سنئے۔ [ٹانڈوی نمبر] 'امام الرسول' اُسے قرار دے رہا ہے جو کسی مسئلے اور کسی معاملے میں بھی حقیقت پسندی اور ذمہ داری سے کام نہیں لیتا۔ ملاحظہ ہو فاضلِ دیو بند مولانا عامر عثمانی کا ارشاد:

> 'مجھے بڑے رنج وافسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت مولانا مدنی (ٹانڈوی) نے کسی مسئلے اور کسی معاملے میں بھی حق پسندی اور ذمہ داری سے کام نہیں لیا ہے'۔ (تجلی دیو بندی فروری مارچ ۷۵ء ص ٦٧)

لطیفہ نمبر ۳۵

غیر اللہ کو اپنا وکیل و سفارشی سمجھنا کفر و شرک ہے۔

مولانا اسماعیل دہلوی کا فتویٰ:

> 'اُن کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی اُن کا کفر و شرک تھا' سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اُس کو اللہ کا بندہ، مخلوق ہی سمجھے۔ سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے'۔ (تقویۃ الایمان ص ۸)

خیال فرمائیں! مولانا دہلوی وکالت اور سفارش کرانے کو شرک اور اُس کے قائل کو ابو جہل کے برابر تصور فرماتے ہیں تا کہ تاجدار دو عالم ﷺ کو وکیل اور شفیع (سفارش کرنے والا)

نہ سمجھا جا سکے مگر جب اسی مکتبِ فکر کے سائے میں پرورش پانے والوں کے دِل وَ دماغ پر حب شیخ کا نشہ چھانے لگتا ہے تو اُس وقت اپنے شیخ کے بارے میں ہر اُس بات کو کہہ ڈالتے ہیں جسے کبھی عظمتِ رسول گھٹانے کے لیے کفر وشرک لکھ چکے ہیں۔ مثلا انبیاء اولیاء کو وکیل وسفارشی سمجھنا کفر وشرک ہے …… مگر مولانا ٹانڈوی کو سفارشی سمجھنا عینِ اسلام ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ (نذرانہ عقیدت ص ۱۱)

> ’تیرے (مولانا ٹانڈوی کے) قدموں سے لپٹ کر اپنی کامیابی کی سفارش کرانا چاہوں گا۔ تیرے پیچھے پیچھے شافع محشر قاسمِ جام وکوثر تک پہونچنے کی تمنا کروں گا‘۔
>
> چند سطر بعد: -
>
> ’تیری ادنیٰ سی توجہ بھی ان شاء اللہ تعالی میری نجات کے لئے کافی ہو کر رہے گی‘۔
>
> نذرانہ عقیدت ص ۱۵ پر ۔
>
> خدا تک میں رسائی چاہتا ہوں — وسیلہ ہے مراوہ شیخ اعظم
>
> نذر عقیدت ص ۱۸ پر: ۔
>
> شفیع الوریٰ تک پہنچ جاؤں گا میں — پکڑ لوں گا جب حشر میں تیرا داماں

ابھی بس نہیں بلکہ یہاں تک کہہ بیٹھے کہ اگر وسیلہ نہ بنایا گیا تو یادِ خدا ناممکن ہے ملاحظہ فرمایئے۔

> ہے یادِ حق کا یہ بابِ اوّل کہ یادِ محبوب حق ہو دِل میں
> وسیلہ اپنا نہ ہو جو کوئی تو خاک یادِ خدا کریں گے (ندر عقیدت ص ۲۷)

ہوٹلوں اور قہوہ خانوں سے لیکر دارالعلوم دیو بند تک چلے جایئے ہر جگہ بحث ومباحثہ کا عنوان یہ ہی نظر آئے گا ...... یا رسول اللہ کہنا شرک ہے، شرک ہے، شرک ہے۔ اس لیے کہ آنخضرت یہاں سے دُور ہیں بہت دُور ہیں۔

لیکن جب اسی اثناء میں حضرتِ شیخ یاد آتے ہیں اور اکتسابِ فیض کا جذبہ سینے میں چٹکیاں لینے لگتا ہے اور دل ودماغ پر اخذِ فیوض کا خمار چڑھنے لگتا ہے تو قرب وبعد کی بحثیں ختم ہو جاتی ہیں، قرب وبعد کی بندشیں توڑ دی جاتیں ہیں۔ دُوری اور نزدیکی کی شرطیں اُٹھائی جاتی ہیں اور جس بات کو وہ حضور نبی کریم ﷺ کیلئے شرک فرماتے رہے حضرتِ شیخ کے لئے وہ عینِ اسلام ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو:

کریں گے اخذِ فیوض اُس سے وہ پاس ہو یا نہ ہو ہمارے
ہم اُس کا نقشہ جما کے دِل میں اب اُس سے اُلفت کیا کرینگے
(نذرعقیدت ص ۴۷)

ایوانِ دیو بند میں یہ الفاظ آج تک گونج رہے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان) اس عبارت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ کوئی چاہے آفتابِ ہدایت ہو یا نجمِ ہدایت۔ وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں۔ وہ کسی کی فریاد رَسی، مشکل کشائی نہیں کرسکتا۔ مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضرتِ شیخ کی بارگاہ میں پہونچتے ہی 'شرک' ایمان ہو جاتا ہے' ملاحظہ ہو۔

علی سے ملی تجھ کو مشکل کشائی نہ کیوں مشکلیں پھر ہماری ہو آساں (نذرعقیدت ص ۱۹)

غور فرمایئے کہ جب حضرتِ شیخ کو مشکل کشا کہنے کو جی چاہا تو سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی مشکل کشائی کا اقرار کیا۔

ناظرین ! اس موقع پر میں چاہوں گا کہ اس لطیفے کے ضمن میں آپ علمائے دیوبند کے نقطۂ نظر کو اچھی طرح جان لیں۔

دیکھئے ! اُن حضرات نے رسول اعظم ﷺ کے بارے میں بڑی آسانی سے فرمادیا کہ :

> 'انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اُس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے '۔ (تقویۃ الایمان ص ٦٨)
>
> 'جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار' سو اُن معنوں میں ہر پیغمبر اپنی اُمت کا سردار ہے'۔ (تقویۃ الایمان ٧٢)
>
> 'ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔' (تقویۃ الایمان ص ١٧)
>
> 'جو بشر کی سی تعریف ہو' سو ہی کرو۔ اس میں بھی اختصار کرو'۔ (تقویۃ الایمان ص ١٧)
>
> اور سنئے :-
>
> 'لیکن باوجود محاسنِ عقلیہ کے محاسنِ شرعیہ سے آپ (آنحضرت) بالکل بے خبر تھے، محاسنِ شرعیہ کے اصل اصول یعنی ایمان باللہ کی حقیقت بھی آپ نہ جانتے تھے۔
>
> مزید فرماتے ہیں :-
>
> 'اخلاقِ محاسن کے تین جزء۔ تہذیبِ اخلاق' تدبیرِ منزل' سیاستِ مسند۔ ان تینوں سے آپ قطعاً واصلاً بے خبر تھے۔ جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتابِ الٰہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو کیونکر آگاہی ہوسکتی ہے'۔ (مختصر سیرۃ نبویہ مؤلفہ مولانا عبدالشکور لکھنوی ص ٢٢)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

’نبی کریم نے فرمایا۔ میں تمہاری طرح ایک معمولی انسان ہوں‘‘

(النجم جون ۳۷ء صفحہ ۵ کالم ۳ مدیر مولانا عبدالشکور صاحب)

اور سنئے :-

’انبیاء اپنی اُمت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل۔ اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہوتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں‘۔ (تحذیر الناس مصفنہ مولانا محمد قاسم نانوتوی ص ۵)

سنتے جایئے :-

’الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علمِ محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں ہے تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رَد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے‘۔

(براہین قاطعہ مصنفہ خلیل احمد انبٹھی ص ۵۱)

مزید فرماتے ہیں :-

’ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا (یعنی آنخضرت کا) ان اُمور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ‘ (براہین قاطعہ ص ۵۲)

یہیں تک بس نہیں بلکہ ہر وہ بات کہہ دی گئی ہے جس سے شانِ رسالت ﷺ میں کچھ نہ کچھ کمی پیدا ہو سکے۔

بہر حال اس مقام پر میرا اصرار نہیں ہے کہ آپ علمائے دیوبند کی اُن مذکورہ عبارتوں کو سرے سے ہی غلط اور باطل قرار دے کر یہ تصور کریں کہ میں خوش ہو جاؤں گا تو سراسر یہ آپ کی خوش فہمی ہوگی۔

میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ تکلیف فرما کر بالترتیب مذکورہ آٹھ دس حوالوں کو پھر پڑھ لیں تاکہ آپ کے سامنے علمائے دیوبند کا نقطۂ نظر بے نقاب ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ اُن کے نزدیک گاؤں کے چودھری' بڑے بھائی' خدا کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ اور اخلاقیِ محاسن سے نا آشنا' کتابِ الٰہی اور ایمان سے ناواقف اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔ مگر حضرتِ شیخ' رسول کی طرح گاؤں کے چودھری اور معمولی انسان نہیں تھے بلکہ وہ انسان ہی نہیں تھے۔ ملاحظہ ہو عبارت۔

> 'یہ (یعنی مولانا ٹانڈوی) انسان ہے یا کوئی فرشتہ؟؟ نہیں نہیں ! میرا ضدی قلب اسکو بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوا کہ وہ انوارِ قدسیہ کا سرچشمہ فرشتہ ہوسکتا ہے'۔ (نذرِ عقیدت ص ۵)

غور فرماتے جایئے' شیخ صاحب کو نہ تو بڑا بھائی کہہ رہے اور نہ ہی اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل اور نہ ہی معمولی انسان ...... یہ سارے القاب رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص ہیں (معاذ اللہ)۔ حضرتِ شیخ کے لیے تو ایسا سوچنا بھی گناہ ہے۔

مزید ملاحظہ فرمائیں :

> ’تو پھر آخر (مولانا ٹانڈوی) کیا ہے؟ کیا وہ انسان ہی ہے؟ اگر ہے تو ہوگا لیکن ہاں وہ انسان جیسا انسان تو نہیں ہے (اور یقیناً نہیں ہے) جنھیں عام طور پر آنکھیں دیکھتیں، کان اُس کی بات سنتے اور دل انکی صحبتوں سے تاثرات کے حصے کرتے رہتے ہیں۔
>
> چند سطر کے بعد
>
> ’’زیادتی تفکر نے تحیر کو فراوانی بخشی اور بالآخر کسی فیصلے کی حد تک پہونچے ہوئے قلب مضطر‘ عقیدت و محبت کی زنجیروں میں جکڑ گیا‘‘۔ (نذرِ عقیدت)

میں خدا کا واسطہ دے کر دعوتِ فکر و نظر دے رہا ہوں کہ خدارا انصاف و دِیانت کا گلا نہ گھوٹے۔ اور مجھے بتایئے کہ ان عبارات کا کیا مفہوم ہے؟ صرف یہی نا! کہ مولانا ٹانڈوی انسان ہیں یا فرشتہ؟ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ مولانا ٹانڈوی کا یہی معتقد جو اپنے شیخ کو معمولی انسان اور بڑا بھائی تو بڑی بات ’انسان‘ کہنا گوارہ نہیں کرتا‘ جب بارگاہ مصطفویہ میں حاضر ہوتا ہے تو بلا تکلف بڑا بھائی‘ معمولی انسان‘ ہماری طرح بشر‘ خدا کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل‘ مر کر مٹی میں ملنے والے‘ محاسنِ شرعیہ سے جاہل‘ گاؤں کے چودھری اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگتا ہے۔

کبھی آپ نے ٹھنڈے دِل سے سوچا‘ یہ تضادِ فکر کیوں ہے۔ ذکرِ رسول اللہ کا تیور کچھ اور ذکرِ شیخ کا تیور کچھ۔ کیا ہم ایسی ذہنیت رکھنے والوں کو اگر شاتمِ رسول کہیں تو غلط ہے؟ ابھی آپ نے کیا جانا۔ میرے ساتھ ذرا دو قدم اور چلئے تو آپ کو حُبِّ شیخ میں ڈوبی ہوئی عبارات علمائے دیوبند میں الوہیت کے جلوے نظر آئیں گے۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

مولانا حسین احمد صاحب

(از : مولانا عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی)

> ’تم نے کبھی خدا کو بھی اپنی گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟ کبھی خدا کو بھی اُسکے عرشِ عظمت وجلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ تم کبھی تصور بھی کر سکے کہ ربُ العالمین اپنی کبریا ئیوں پر پردہ ڈال کر تمہارے گھروں میں بھی آ کر رہے گا۔ تم سے ہمکلام ہوگا۔ تمہاری خدمتیں کرے گا۔
>
> نہیں، ہرگز نہیں۔ ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا۔ تو پھر کیا میں دیوانہ ہوں، مجذوب ہوں کہ بڑ ہانک رہا ہوں؟ نہیں بھائیو! یہ بات نہیں ہے سڑی ہوں نہ سودائی۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے، حق ہے۔ حقیقت ومجاز کا فرق ہے۔ محبت کا معاملہ ہے۔ اور محبت میں اشاروں کنایوں سے ہی کام لینا پڑتا ہے۔ محبت بے پردہ سچائی کو گوارہ نہیں کرتی، کچھ بند بند، ڈھکی ڈھکی چھپی چھپی باتیں ہی محبت کو راس آتی ہیں‘۔ (شیخ الاسلام نمبر) [ٹانڈوی نمبر]

غور فرمایئے اور جواب دیجئے کہ آخر مولانا عبدالرزاق کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ایک طرف تو وہ فرماتے ہیں تم نے کبھی خدا کو اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا، کبھی خدا کو اُس کے عرشِ عظمت وَ جلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے۔ تم کبھی تصور بھی کر سکے ربُ العالمین اپنی کبریاؤں پر پردَہ ڈال کے تمہارے گھروں میں بھی آ کر رہے گا۔ تم سے ہمکلام ہوگا۔ تمہاری خدمتیں کرے گا‘۔

خدا را بتایئے ان جملوں کا کیا مطلب ہے؟ وہ حسین احمد جو بقول مولانا اسمعیل دہلوی ’ہماری طرح معمولی انسان‘ خدا کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل‘ ہمارا بڑا بھائی، اخلاقِ محاسن سے بے خبر‘ گاؤں کا چودھری‘ علم میں شیطان سے کم‘ مرکر مٹی میں ملنے والا ہو۔ آخر اُس کے بارے میں اس طرح کے جملے لکھنے کا کیا مطلب ہوسکتا ہے؟ میں نے مولانا ٹانڈوی کی ذرّہ برابر بھی توہین نہیں کی جو انھیں معمولی انسان‘ بڑا بھائی‘ اخلاقِ محاسن سے بے خبر‘ مرکر مٹی میں ملنے والا اور خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل لکھا۔ اس لیے کہ انھیں باتوں کو علمائے دیوبند نے سرکار دوجہاں ﷺ کے لیے بھی تحریر فرمایا ہے۔ تو پھر میری ان باتوں سے مولانا ٹانڈوی کی توہین وتذلیل کیوں کر ہوسکتی ہے؟ اور اگر واقعی ان جملوں سے مولانا موصوف کی توہین ہوتی ہے تو ماننا پڑے گا کہ اس سے رسول اعظم ﷺ کی بھی توہین ہوتی ہے۔ تو پھر جن علمائے دیوبند نے رسول کے بارے میں ایسی باتیں لکھ دی ہیں تو پھر توبہ کر کے ان عبارتوں کو کتابوں سے خارج کیوں نہیں کیا جاتا !

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ خدا کو گلی کوچوں میں پھرانے اور بندوں سے فروتنی کرتے ہوئے دِکھانے سے مولانا عبدالرزاق صاحب کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ یہی نا کہ مولانا ٹانڈوی خدا تھے یا خدا‘ مولانا ٹانڈوی کے رُوپ میں گلی کوچوں میں‘ چلتا پھرتا تھا وغیرہ وغیرہ۔

دوسری طرف مولانا عبدالرزاق صاحب کا یہ بھی ارشاد ہے۔ ’نہیں‘ ہرگز نہیں۔ ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا‘۔ میں نے سمجھا چلئے آئی کر بلا ٹل گئی۔ اب کوئی مولانا ٹانڈوی کو خدا یا خدا کو مولانا ٹانڈوی نہیں کہے گا کیونکہ ’ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا‘۔

مگر اس جملے کو لکھنے کے فوراً بعد ہی مولانا عبدالرزاق صاحب خود اپنے تحریر کردہ اس جملے کی تردید یوں کرنے لگتے ہیں۔

’تو پھر کیا میں دیوانہ ہوں‘ مجذوب ہوں کہ بڑ ہانک رہا ہوں۔ نہیں بھائیو! یہ بات نہیں ہے۔ سڑی ہوں نہ سودائی۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے‘ حق ہے۔ حقیقت ومجاز کا فرق ہے محبت کا معاملہ ہے تا آخر۔ (ملاحظہ فرمالیں حوالہ)

یعنی خدا کا مولانا ٹانڈوی کے لباس میں گلی کوچوں میں پھرنا‘ فانی انسانوں سے فروتنی کرنا‘ کبرائیوں پر پردہ ڈال کے لوگوں کے گھروں میں رہنا‘ ہمکلام ہونا‘ خدمتیں کرنا صحیح ودرست ہے۔ اس لیے کہ میں کوئی دیوانہ‘ مجذوب تو ہوں نہیں کہ بڑ ہانک رہا ہوں۔ نہ سڑی ہوں نہ سودائی جو کچھ لکھ رہا ہوں‘ سچ ہے، حق ہے۔

ان عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ‘ مولانا ٹانڈوی کے رُوپ میں بہرحال گلی کوچوں میں مارا مارا پھرتا تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ اور مولانا ٹانڈوی میں کیا فرق ہوا؟ اس کا جواب مولانا عبدالرزاق صاحب یہ دیتے ہیں:۔

> ’حقیقت ومجاز کا فرق ہے۔ محبت کا معاملہ ہے‘ محبت بے پردہ سچائی کو گوارہ نہیں کرتی۔ کچھ بند بند‘ ڈھکی ڈھکی‘ چھپی چھپی باتیں ہی محبت کو راس آتی ہیں‘۔

گویا صرف حقیقت ومجاز کا فرق ہے۔ یعنی خدا‘ حقیقی خدا ہے اور مولانا ٹانڈوی مجازی خدا۔ اس سے قدرتی طور پر نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے کہ حقیقتاً خدا تو اللہ ہے مگر مجازاً خدا، مولانا ٹانڈوی بھی ہیں۔ اس بات کی کیا دلیل ہے کہ مولانا ٹانڈوی مجازا خدا ہیں؟ تو مولانا عبدالرزاق صاحب جواب دینے کے بجائے یوں ٹالتے ہیں کہ۔

’محبت کا معاملہ ہے، محبت بے پروہ سچائی کو گوارہ نہیں کرتی۔ کچھ بند بند‘ ڈھکی ڈھکی چھپی چھپی باتیں ہی محبت کو راس آتی ہیں‘۔

ناظرین ! یہ ہے محبتِ شیخ کا خمار۔ بند بند، ڈھکی ڈھکی، چھپی چھپی، باتوں کا سہارا لیکر مولانا ٹانڈوی کو خدا کہہ دیا گیا ہے مگر علمائے دیوبند میں سے کسی عالم نے ان عبارتوں پر کفر وشرک کا فتویٰ عائد نہیں کیا جب کہ اُن کو لکھے ہوئے دس سال ہو گئے ہیں۔ یہ ساری عبارتیں شیخ الاسلام نمبر [ٹانڈوی نمبر] کی ہیں جو ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئیں۔ آج ۱۹۶۸ء ہے۔ دسواں سال رواں ہے مگر کسی نے اُف نہیں کیا۔ کفر وشرک کا فتویٰ دینا تو بڑی بات ہے۔ آخر کیوں؟

اگر آپ غور فرمائیں تو صرف اسی ایک مثال سے علمائے دیوبند کے طرزِ عمل اور اُن کے نقطۂ نظر کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔

غور فرمایئے جب رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ آتا ہے تو کہنے لگتے ہیں: (معاذ اللہ)

’وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں‘۔ (تقویۃ الایمان ص۱۶)
’اس کی بڑے بھائی کی سی تنظیم کیجئے‘۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۸)
’جو بشر کی سی تعریف ہو‘ سو ہی کرو‘ اس میں اختصار کرو‘۔ (تقویۃ الایمان ص۲۷)

اور جب حضرتِ شیخ کی باری آتی ہے تو فرمانے لگتے ہیں کہ :

’وہ انسان تھے یا فرشتہ فیصلہ مشکل ہے‘ سراپا نور‘ امام الرسول بلکہ خدا ہیں ....

جیسا کہ آپ نے بالتفصیل ملاحظہ فرمایا۔ علمائے دیوبند کے نقطۂ نظر کا یہ فرقِ عظیم کس بات کی جاسوسی کرتا ہے۔ اُن کے قلم میں رسول کے لئے شدّت اور اپنے شیخ کے لئے اس قدر نرمی اور لچک کیوں ہے؟ رسول کی ذات سے جس بات کے تعلق پر کفر وشرک کے گولے دارالعلوم دیوبند سے برسنے لگتے ہیں وہ گولے بارگاہِ شیخ میں پہونچ کر سرد کیوں پڑ جاتے ہیں؟ بلکہ وہ کفر وشرک ایمان کیسے ہو جاتا ہے؟

علمائے دیوبند کی یہ دو رُخی پالیسی یعنی رسول کی تضحیک وتذلیل اور اپنے شیخ کی تفضیل وتکریم کس بات پر غماز ہے۔ میں اس کا فیصلہ انصاف پسند اور حق پرست ناظرین پر چھوڑتا ہوں۔

لطیفہ نمبر ۳۶

امام مالک ابن انس مجتہد العصر والزمان سے مولانا ٹانڈوی افضل۔ امامِ موصوف صرف مصداقِ حدیث تھے اور مولانا موصوف آیت ربّانی۔ وہ حدیث جس کے مصداق امام مالک ہیں اُس کا مصداق مولانا ٹانڈوی کو قرار دینا مولانا کی توہین اور میری عقیدت ومحبت کے خلاف ہے۔

مفتی بجنور مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کا فتویٰ :

> 'میں اپنی صحیح وصادق عقیدت اور محبت کی وجہ سے مجبور ہوں کہ مندرجہ ذیل حدیث کا مصداق آپ کو قرار نہ دوں **لو شك ان يضرب الناس اكباد الابل يطلبون العلم فلا يجدن اعلم من عالم المدينة** الحديث رواه مالك والترمذی۔ قریب ہے کہ لوگ اونٹوں پر سفر کرکے دُور دَراز سے علم حاصل کرنے کے لیے آئیں گے۔ پس وہ عالمِ مدینہ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہ پائیں گے۔ نسائی اور حاکم نے حدیث مذکور کی تحسین کی ہے اور سفیان ابن مہدی اور عبدالرزاق نے فرمایا ہے کہ مصداق اس حدیث کا امام مالک بن انس ہیں۔
>
> میں کہتا ہوں کہ ہمارے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد ٹانڈوی ایۃ من آیات اللہ ہیں اور موجودہ زمانے میں اس حدیث کا مصداق ہیں'۔
>
> (شیخ الاسلام نمبر ص ۲۷ کالم ۲۱) [ٹانڈوی نمبر]

میں اس طرح کی روایات صرف اس لیے پیش کر رہا ہوں کہ ابھی تک جو کچھ ہوا، ہوا۔ مگر اب آپ علمائے دیوبند کے نقطۂ نظر کو سمجھنے میں نہ چوکیں۔

دیکھئے ! اس مقام پر ایک مقلد کو مجتہد کے مقابلہ میں پیش کیا جا رہا ہے؟ نقل کردہ اقتباس پھر پڑھیئے ۔ سفیان ابن مہدی اور عبدالرزاق حدیثِ مذکور کا مصداق سیدنا امام حضرت مالک بن انس کو قرار دیتے ہیں مگر حضرتِ شیخ کے محبّ صادق مفتی بجنور مولانا ٹانڈوی کو نہ صرف امام مالک کے برابر کرنے کے لیے اُن کو مصداق حدیث کہتے ہیں بلکہ مولانا موصوف کو آیات ربّانیہ میں شمار کر کے حضرت سیدنا امام مالک مجتہدالعصروالزمان سے آگے بڑھانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ خدارا آپ انصاف کریں۔ آخر علمائے دیوبند اپنے شیخ کو ‘خدا کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل‘ یا معمولی انسان یا ہماری طرح بشر کیوں نہیں کہتے؟ اُن کو کبھی انسانیت سے بالاتر‘ کبھی امام الرسول‘ کبھی الوہیت کا پیکر اور کبھی امام مالک سے افضل کیوں لکھا اور کہا جا رہا ہے۔

کیا اب بھی علمائے دیوبند کے نقطۂ نظر کو سمجھنے میں غلطی ہوسکتی ہے۔

لطیفہ نمبر ﴿ ۳۷ ﴾

جس طرح وہ شخص مسلمان نہیں ہوسکتا جو بشریتِ رسول کا منکر ہو‘ اسی طرح اُس شخص کے بھی ایمان وَ اسلام کی کیا ضمانت ہوسکتی ہے جو رسول کو اپنی طرح بشر سمجھے .... مگر افسوس نجد سے دیوبند یا سہارنپور چلے جایئے یہ الفاظ آپ کے کانوں سے ٹکراتے رہیں گے کہ ‘رسول ہماری طرح بشر تھے‘ رسول معمولی انسان تھے۔ اور اگر آپ بدقسمتی سے یہ پوچھ لیں کہ اے حضرت ! آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں؟ تو بڑی قرأت سے تلاوت فرمائیں گے

﴿ **اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** ﴾۔ اسکے بعد یوں استدلال کریں گے کہ دیکھو دیکھو بہ چشم عبرت دیکھو، خود سرورِ کائنات ﷺ کو تسلیم ہے کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ بشر کے کیا معنٰی ہیں، اور مثلیت کی کیا حقیقت ہے، اس پر گفتگو کئے بغیر میں بھی حضرات علمائے دیوبند سے صرف ایک سوال کرنے کی جسارت کروں گا۔

'بقول آپ کے رسول ہماری طرح بشر ہیں'۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خود رسول کو یہ بات تسلیم تھی۔ تو کیا مجھے یہ کہنے کی اجازت دی جائے گی کہ مولانا ٹانڈوی ناکارہ، علم وفضل سے خالی، اور ننگ اسلاف تھے، کیونکہ یہ باتیں خود مولانا موصوف کو بھی تسلیم تھیں۔ مولانا خود ہی فرماتے ہیں:

> ' میں تو بالکل ہی ناکارہ اور خالی تھا اور آج تک خالی ہی ہوں'
>
> (نقش حیات صفحہ ۱۵ جلد ۱)
>
> ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:
>
> 'ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دارالعلوم دیوبند
>
> ۵/ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ
>
> (ماخوذ از شیخ الاسلام نمبر ص ۱۶۷) [ٹانڈوی نمبر]

غور فرمایئے کہ مولانا ٹانڈوی خود کو ناکارہ، علم وفضل سے خالی اور ننگ اسلاف لکھ رہے ہیں اور اُن کا ننگِ اسلاف ہونا مدیر الجمعیۃ کو تسلیم ہے جبھی تو شائع کیا۔ اور آج تک مولانا ٹانڈوی کے کسی مرید ومعتقد نے 'ننگ اسلاف' ہونے پر غم وغصہ کا اظہار نہیں کیا۔ اور جب تک مولانا ٹانڈوی زندہ تھے کسی نے یہ شکایت نہیں کی کہ حضرت جب آپ ننگ اسلاف نہیں ہیں تو جھوٹ بول کر ننگ اسلاف لکھتے ہیں؟ اور نہ کسی مرید نے یہ سوچ کر کہ جب حضرتِ شیخ کو خود اقرار ہے کہ میں ننگِ اسلاف اور ناکارہ ہوں، تو لاؤ اُن کی بیعت توڑ دی جائے۔

ان تمام حقائق کے باوجود اگر ہم مولانا ٹانڈوی کو اُن کے ہی فرمودات کی روشنی میں ناکارہ‘ علم وفضل سے خالی اور ننگ اسلاف لکھ دیں یا کہہ دیں تو ہر چہار طرف سے آواز اُٹھے گی کہ دیکھو دیکھو وہ بدعتی اور قبر بچوا جا رہا ہے۔ اس سے کسی کو بحث نہیں کہ میں خود بدعت کو ضلالت اور قبر پرستی کو شرک سمجھتا ہوں۔ بس انھیں بدعتی اور قبر پرست کہنے میں ہی سکون ملتا ہے۔ یہ نہ دیکھیں گے کہ خود حضرت شیخ کو اپنا ’ ننگ اسلام‘ ہونا تسلیم ہے۔

اگر افہام وتفہیم کا لب ولہجہ اختیار کیجئے تو کم از کم ۶۴۰ گالیاں تو ضرور سننی پڑیں گی۔ مثال کے طور پر مولانا ٹانڈوی ہی کو لے لیجئے شہاب ثاقب لکھنے بیٹھے تو ۶۴۰ گالیاں دیئے بغیر دم نہ لیا۔ جس کا اعتراف فاضلِ دیوبند مولانا عثمانی کو بھی ہے‘ فرماتے ہیں:

> ’مصنف (مولانا اجمل صاحب سنبھلی علیہ الرحمہ) نے شروع میں شہاب ثاقب میں سے ۱۶۴۰ ایسے الفاظ کی فہرست دی ہے جو اُن کے الفاظ میں موٹی موٹی گالیاں ہیں۔ واقعی مولانا ٹانڈوی نے اس کتاب میں جس طرح کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ انہیں موٹی موٹی گالیاں نہ سہی مہذب گالیاں کہنا ضرور حق بجانب ہے‘۔
>
> (ماہنامہ تجلی فروری، مارچ ۱۹۵۹ء دیوبند)

واہ رے شیخ پرستی ! کہیں گالیاں بھی مہذب ہوتی ہیں۔ عامر صاحب ! گالیوں کو مہذب آپ کہہ سکتے ہیں مگر اُس کے لیے جس کا دِل ودماغ اسلامی ہے آپ کا یہ ارشاد نا قابلِ قبول ہے۔ اچھا آیئے ذَرا اُن گالیوں پر بھی ایک طائرانہ نظر ڈال دی جائے۔ جو فاضلِ دیوبند مولانا عامر عثمانی کے نزدیک ’مہذب گالیاں‘ ہیں:۔

’دھوکہ باز‘ فریبی‘ مکّار‘ دجّال‘ بریلوی‘ افتراء پرواز‘ دروغ گو‘ بہتان تراش‘ دجّال ناپاک‘ روافض کے چھوٹے بھائی‘ ابلیس لعین کا شاگرد‘ گمراہ‘ بے دین‘ کج فہم‘ بے عقل‘ بے علم‘ بے شعور‘ مجدد التکفیر‘ مجدد التضلیل‘ مجدد المفرین‘ شیطنت کا جال پھیلانے والا‘ اہل ہواو بدع .... وغیرہ وغیرہ‘۔

۱۲۰ صفحے کی کتاب الشہاب الثاقب میں اسی طرح کی ۶۴۰ گالیاں مولانا عامر کے نزدیک مہذب گالیاں ہیں۔ میں چیلنج کرتا ہوں، اگر انہیں الفاظ کو اس طرح لکھ کر کوئی مولانا عامر کے پاس بھیج دے کہ:

جناب عامر عثمانی صاحب سلام مسنون

مجھے یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ آپ مولانا اسمٰعیل دہلوی اور مولانا مودودی سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ دونوں حضرات دھوکہ باز‘ فریبی‘ مکّار‘ دجّال دیوبندی افتراء پرواز‘ دروغ گو‘ بہتان تراش‘ دجّال ناپاک‘ روافض کے چھوٹے بھائی‘ ابلیس لعین کے شاگرد‘ گمراہ‘ بے دین‘ کج فہم‘ بے عقل‘ بے علم‘ بے شعور‘ مجدد التکفیر‘ مجدد التضلیل‘ مجدد المفرین‘ شیطنت کا جال پھیلانے والا‘ اہل ہواو بدع ہیں۔

امید قوی ہے کہ آپ بُرا نہیں مانیں گے، بلکہ ٹھنڈے دِل سے غور فرمائیں گے۔

فقط آپ کا

فلاں

تو عامر صاحب کا جامِ صبر و ضبط چھلک اُٹھے گا۔ اور بد قسمت ’فلاں‘ کو اس طرح لتھڑیں گے کہ ”تجلی دیوبند‘ کے آٹھ، دس صفحات رنگ اُٹھیں گے۔ اس قسم کے خط کو پڑھنے کے بعد مولانا عامر کچھ کہیں یا نہ کہیں۔ مگر نامہ نگار کے ان الفاظ کو ’بدترین‘ گالی یقیناً قرار دیں گے۔

مگر جب یہی گالیاں مولانا ٹانڈوی کے قلم سے نکلتی ہیں تو مہذب کہی جاتی ہیں۔

ناظرین ! پھر سنبھلئے اور غور کیجئے ! گالیاں بہر حال گالیاں ہیں‘ چاہے میری زبان وقلم سے نکلیں یا مولانا ٹانڈوی کی زبان وقلم سے۔ خواہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کو دی جائیں یا مولانا اسماعیل دہلوی یا مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کو۔ گالیوں کو مہذب قرار دینا غیر مہذب ہونے کی دلیل ہے۔ مگر افسوس فاضلانِ دیوبند پر۔ وہ گالیاں جو مولانا احمد رضا کو دی جائیں وہ تو مہذب ہیں اور جو مولانا حسین احمد ٹانڈوی کو دی جائیں وہ بدترین ہیں۔

گفتگو بہت طویل ہوگئی۔ ہاں‘ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ جس طرح آنحضرت ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہنے کے لئے حضرت کا ارشاد ﴿ **اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** ﴾ کو پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہمیں یہ حق کیوں نہیں دیا جاتا کہ ہم لوگ بھی مولانا ٹانڈوی کے ارشادِ مبارک کو پیش کرتے ہوئے اُن کو ناکارہ، علم وفضل سے خالی اور ننگ اسلاف کہہ سکیں۔

ناظرین ! ذرا ٹھہریئے اور ٹھنڈے دِل سے سوچئے کہ مولانا ٹانڈوی جب اپنے کو ناکارہ اور ننگ اسلاف کہتے ہیں تو کوئی اُن کو ناکارہ اور ننگ اسلاف نہیں کہتا بلکہ تواضع پر محمول کرتا ہے۔

لیکن جب حضور نبی کریم ﷺ اپنے آپ کو ﴿ **اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** ﴾ فرماتے ہیں تو ہر شخص اُن کو اپنے ’جیسا بشر‘ کہنے لگتا ہے۔ کوئی بھی اللہ کا بندہ تواضع پر محمول کرتے ہوئے یہ نہیں کہتا کہ سرکارِ دوجہاں بشر تو ہیں مگر ہماری طرح نہیں۔ حضرت نے **مثلکم** تواضعاً فرمایا ہے۔

دیکھا آپ نے علمائے دیوبند کا نقطۂ نظر۔ مولانا ٹانڈوی اپنے آپ کو ناکارہ اور ننگ اسلاف کہیں، تواضع ہو جائے اور رسولِ مقبول **بشر مثلکم** فرمائیں تو، تواضع نہیں بلکہ ہماری ہی طرح بشر ہو جائیں۔ واہ رے علمائے دیوبند کی دورخی پالیسی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

لطیفہ نمبر ۳۸

ابھی تک آپ نے جو کچھ ملاحظہ فرمایا اُس کا تعلق ایمانیات سے تھا اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ علمائے دیوبند اور علمائے بریلی کے درمیان جو نزاع ہے وہ محض فروعی اور غیر ضروری ہے۔ اب جب کہ آپ نے بخوبی جان لیا کہ اکابر دیوبند خود اپنے ہی فتاویٰ کی روشنی میں کافر مرتد اور ملحد وَ زندیق ہیں تو علمائے بریلی کے فتووں کو تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہ رہی۔

چونکہ یہ لطیفہ کتاب کا آخری لطیفہ ہے اس لیے میری خواہش ہے کہ بعض فروعی مسائل پر بھی روشنی ڈال دی جائے تا کہ بہ آسانی سمجھا جا سکے کہ جن باتوں کا سہارا لے کر ہمیں بدعتی جیسے پھوہڑ اور گندہ لفظ سے مشہور کیا جا رہا ہے، وہ کہاں تک صداقت و دیانت پر مبنی ہے۔

اس سلسلے میں سارے اقوال مَیں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے پیش کروں گا۔ کیوں کہ اُن کے بارے میں مولانا تھانوی فرماتے ہیں:۔ ؎

من منور از جمال حاجیم   من مکمل از کمال حاجیم!

(اروح ثلاثہ ص ۳۸۷ حکایت نمبر ۴۲۳)

مولانا گنگوہی فرماتے ہیں:

> ’تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے اُن سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا‘۔ (ارواح ثلثہ ص ۲۹۰ حکایت نمبر ۳۹۷)

علاوہ ازیں حضرت حاجی صاحب قبلہ کی کتاب ’فیصلہ ہفت مسئلہ‘ کے صفحہ ۲ پر موصوف کا تعارف ان لفظوں میں کرایا گیا ہے۔

> ’از افادات منبع الفیوض والبرکات‘ امام العارفین فی زمانہ مقداد المحققین فی اوانہ سیدنا مولانا الحافظ الحاج الشاہ محمد امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ‘۔

اس لیے بہتر بھی یہی ہے کہ اُن کے اقوال وارشادات کی روشنی میں فروعی مسائل کا تحلیل وتجزیہ کیا جائے تاکہ علمائے دیوبند کے لیے وہ فیصلے قابل قبول ہوں۔ لہذا عرس کے بارے میں حاجی صاحب کا نظریہ ملاحظہ ہو۔ حضرت حاجی صاحب ’فیصلہ ہفت مسئلہ‘ صفحہ ۷ مطبع مجیدی کانپور پر تحریر فرماتے ہیں:

> ’مقصود ایجاد رسم عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلے کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جائیں، باہم ملاقات بھی ہو جائے اور صاحبِ قبر کی رُوح کو قرآن وطعام کا ثواب بھی پہونچا دے۔ یہ ہے مصلحت تعینِ وقت میں‘۔
>
> اسی صفحہ پر آگے چل کے فرماتے ہیں:
>
> ’حق یہ ہے کہ زیارتِ مقابر انفراداً اجماعاً دونوں طرح جائز اور ایصال ثواب، قرأت وطعام بھی جائز اور تعینِ تاریخ بہ مصلحت جائز‘۔

صفحہ ۷ پر فاتحہ مروج کے بارے میں حضرت ارشاد فرماتے ہیں: ۔

’یہ ہیئت مروّج ایصال کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں اور گیارھویں حضرت غوثِ پاک قدس سرہ‘ اور دسواں‘ بیسواں‘ چہلم ششماہی‘ سالیانہ وغیرہ۔ اور توشتہ حضرت شیخ احمد عبدالحق رودولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بو علی قندر رحمۃ اللہ علیہ وحلوائے شب برأت اور دیگر طریق ایصالِ ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں اور مشرب فقیر کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا اور یہی عملدرآمد اس مسئلہ میں رکھنا چاہئیے۔ (گویا جملہ مذکورہ امور بدعت نہیں)‘۔

صفحہ ۴ پر محفل میلاد میں حضور کی تشریف آوری کے بارے میں فرماتے ہیں:

’یہ اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پرنور ﷺ رونق افروز ہیں‘ اس اعتقاد کو کفر وشرک کہنا حد سے بڑھنا ہے کیونکہ یہ امر ممکن ہے عقلاً ونقلاً بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے‘‘۔

صفحہ ۵ پر میلاد وقیام کے بارے میں فرماتے ہیں:

’مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں‘۔

الحاصل عرس تعینِ وقت کے ساتھ جائز‘ زیارتِ مقابر انفراداً واجتماعاً جائز‘ ایصال ثواب قرأت وطعام جائز۔ وقت کا تعین بھی جائز نیز گیارھویں‘ دسواں‘ بیسواں‘ چہلم‘ ششماہی‘ سالانہ‘ توشہ حضرت عبدالحق اور حلوائے شب برأت وغیرہم جائز۔ اور حضور ﷺ کی تشریف آوری

میلا د میں عقلاً ونقلاً صحیح وَ درست ہے بلکہ بعض مرتبہ واقع ۔ اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت حاجی صاحب ہر سال حصولِ برکات کے لیے محفل مولود منعقد کرتے قیام کرتے اور لطف ولذت حاصل کیا کرتے تھے ۔ اس لیے ان مذکورہ بالا اُمور کو بدعت کہنے کا واحد مطلب یہ ہے کہ مولانا نانوتوی، گنگوہی اور تھانوی اس کے مرید ومعتقد ہیں جو خود بدعتی تھا ۔

الاربعین الاشرفی فی تفہیم الحدیث النبوی ﷺ

شارح : حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

مجدد دوراں تاجدارِ اہلسنت رئیس المحققین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کے قلم گوہر بار سے نکلی ہوئی سیر حاصل شروحاتِ احادیث کا ایک مجموعہ ہے ۔ الاربعین الاشرفی (فی تفہیم الحدیث النبوی ﷺ) مشکٰوۃ المصابیح کی (۴۰) احادیث مبارکہ کی شروحات پر مشتمل ہے ۔ جن احادیث شریفہ کا اس مجموعہ میں انتخاب کیا گیا ہے اُن کا تعلق مندرجہ ذیل موضوعات سے ہے ۔ ارکان خمسہ، ایمان کے درجات، ایمان کی لذت، مسلمان کی تعریف، معیارِ محبت رسول، زمانے کی حقیقت، حقوق اللہ، حقوق العباد، فرائض ونوافل، جہاد، اوامر ونواہی، صدقہ وخیرات، مغفرتِ گناہ، صبر وثواب، دخول جنت ......وغیرہ......شروحات کے اس گلدستے میں حدیث، کتابت حدیث اور حجیت حدیث کے تعلق سے دلائل وبراہین پر مبنی اہم مضامین اس کتاب میں شامل کر دیئے گئے ہیں ۔

شیعہ مذہب : غازیِ ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی کی معرکتہ الاراء تصنیف

اسلام میں رونما ہونے والے فرقہ ہائے باطلہ میں شیعہ فرقہ قدیم ترین فرقہ ہے یہودیوں نے منافقانہ طور پر سازش کے تحت مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے، پھوٹ ڈالنے، عقائد کو مشکوک ومشتبہ بنانے، دین کی اسپرٹ ختم کرنے، اصحابِ رسول سے دشمنی اور امہات المؤمنین کی شان میں توہین وتنقیص کرنے کے لئے شیعہ فرقہ کو وجود میں لایا ۔ اسلام کو جس قدر فرقہ شیعہ سے نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے کسی بدترین سے بدترین دشمن سے نہیں پہنچا ۔ آج تک اُمت اس نقصان کا خمیازہ بھگت رہی ہے

شیعہ مذہب کی گندگیوں سے واقفیت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے ۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 6/75-2-23 مغلپورہ ۔ حیدرآباد (9848576230)